رجسٹرڈ نمبر اے ۲۱۱۴۳

رادھاسوامی سہائے

ست سنگت

مجموعہ اعلیٰ مذہبی نظم

شیو برت لال جی کے تخیلات معقولات ارشادات تحقیقات انھیں کی اصلی اور عام فہم زبان میں

ایڈیٹر منیجر پرنٹر پبلشر

بابو موتی لال مختار

مقام اشاعت رادھاسوامی دھام ڈاکخانہ رادھاسوامی دھام

ضلع مرزا پور

سالانہ ہدیہ ۱؎ کلدار یکمشت سے غیر ممالک سے عہ فی پرچہ قیمت

یونانی دواخانہ پریس ہرنی منڈی الہ آباد

ست سنگ کے اصول و مقاصد

(۱) روحانیت پسند اصحاب کے درمیان تصوف اور حقانیت کے خیالات کی بلاتمیز قومیت و ملت اشاعت (۲) پنتھ مسلک اور طریقت کے مذبذب اور مبہم مسائل کی آسان اور عام فہم عبارت میں صراحت (۳) مرنجان مرنج کے اصول کی سختی کے ساتھ پابندی۔ عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود (۴) اعتراضی اور مذہبی حملوں کا جواب دیتے ہوئے اخلاق۔ نرمی۔ انصاف اور اعتدال کا لحاظ رہیگا۔ چھوٹائی بڑائی یا اونچ نیچ دکھانے کا خیال بالکل کالعدم رہیگا (۵) اپنی طرف سے کسی پر حملہ نہ کیا جائے۔ ہر مذہب کے روشن پہلو پر روشنی ڈالنا تاریک پہلو اوروں کے حوالے (۶) نامہ نگاروں کی رائے کی ذمہ داری اڈیٹر کی ذات سے منسوب نہ ہوگی اور نہ ایسی بات ست سنگت میں درج کیجائیگی جو اصول کے خلاف ہوگی۔ (۷) جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام موتی لال منیجر "ست سنگت" رادھاسوامی دھام۔ ڈاکخانہ رادھاسوامی دھام ضلع مرزاپور یو۔پی ہو۔

ڈیرہ بابا جیمل سنگھ بیاس کی کتابوں کا سلسلہ

زیر ترتیب

(۱) رادھاسوامی نام قیمت عہ ر (۲) جپجی پد قیمت ایکروپیہ عہ ر (۳) ایک گورو یا انیک گورو قیمت عہ ر (۴) روحانیت حاصل کرنے کا طریقہ قیمت عہ ر (۵) چتاونی (پند نامہ) رادھاسوامی قیمت عہ ر (۶) تشریح ہدایت نامہ رادھاسوامی

جن صاحبوں کو اس سلسلے کے پڑھنے کی خواہش ہو درخواست براہ راست منیجر ست سنگ ڈاکخانہ رادھاسوامی دھام ضلع مرزاپور کے نام بھیجیں۔ کتابیں ست سنگ کے سلسلے میں اور ممکنا علیحدہ بھی نکلینگی۔

ست کبیر کا بیجک شرح بالتصویر

(بزبان ہندی)

بیجک پرم سنت کبیر صاحب کی خاص کتاب ہے۔ یہہ سنت مت کے گیان رتن بھنڈار کی کنجی ہے بغیر اس کے مطالعہ کئے ہوئے نہ صرف کبیر پنتھ بلکہ گورو نانک صاحب۔ داؤد صاحب۔ غریب داس جی۔ چرن داس جی۔ میرا بائی۔ سہجو بائی اور دیا بائی وغیرہ کے اصول کا سمجھنا نہایت مشکل ہے یہہ گیانی۔ دھیانی۔ ویدانتی اور پنتھائیوں کے بڑے کام کی چیز ہے۔ پانچ برس کے بعد اب مہرشی شیوبرت لال صاحب مہاراج نے اس کی عام فہم تشریح معہ لفظی معنے اور مکمل وضاحت و صراحت کے ساتھ کی ہے۔ کتاب کے شروع میں پرم سنت کبیر صاحب اور مہرشی جی مہاراج کی تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ قیمت باوجود ضخامت صرف [illegible]

بھگت مال ہندو مذہب کی نہایت مشہور و معروف کتاب ہے جس کے نام سے بچہ بچہ واقف ہے۔ اسے مہرشی شیوبرت لال صاحب مہاراج نے اپنے ڈھنگ پر نہایت سلیس اور عام فہم زبان میں قلمبند کیا ہے۔ ہر شلوک کی فلسفیانہ تشریح نہایت مدلل اور دلکش پیرایہ میں کی گئی ہے۔ ممکن نہیں کہ کوئی اسے پڑھے اور بھگتی بھاؤ کی دولت سے محروم رہے۔ یہہ ایک ایسی کتاب ہے جو ہر ہندو گھر میں رہنی چاہیے کیونکہ یہہ مرد عورت بچے بوڑھے سب کیلئے یکساں طور پر مفید ہے۔ ضخامت چھ سو صفحات سے زائد ہے۔ قیمت اردو ۳ روپیہ۔ و بزبان ہندی صرف [illegible]

ملنے کا پتہ — موتی لال منیجر رادھا سوامی دھام۔ ڈاکخانہ رادھا سوامی دھام۔ ضلع مرزاپور

فہرست مضامین ست سنگت

نمبر شمار	مضامین	صفحات
	ٹائٹیل پیج	۱
	ست سنگت کے اصول اور مقاصد	۲
	اشتہار کتب	۳
	فہرست مضامین ست سنگت	۴
(۱)	پیار انکھنا	۵
(۲)	ست سنگ کے بچن۔ مقام۔ تاریخ	۶
۱-	ایکتگی نمبر ۱ دھام ۵ فروری ۱۹۳۰ء	۶
۲-	آواز بلندر ۵ مارچ ۱۹۳۰ء	۱۷
۳-	نپاوتی (رشید)	۲۸
۴-	یکجہتی نمبر ۲ بلندر مارچ ۱۹۳۰ء	۳۰
۵-	دنیا اور انسان بلندر ۱۶ مارچ ۱۹۳۰ء	۳۴
۶-	شاہراہ کامیابی نمبر ۳ دھام ۱۱ فروری ۱۹۳۰ء	۵۱
۷-	حیرت (نظم)	۶۰
(۳)	سوال جواب	۶۰
	سوالات بابو نند لال صاحب کورٹ انسپکٹر بمبئی	۶۰
(۴)	سنعہ کی تشریح دھام ۱۴ جنوری ۱۹۳۱ء	۶۵
(۵)	خدا اور جگ (نظم)	۹۱

نمبر شمار	مضامین	صفحات
(۶)	نکات مقام تاریخ	۹۱
(۷)	رادھاسوامی مت خصائص دھام ۵ ستمبر ۱۹۳۰ء	۹۷
(۸)	وعدہ واثق (رشید)	۱۰۱
(۹)	زندگی اور موت نمبر ۲ دھام ۲۱ فروری ۱۹۳۱ء	۱۰۴
(۱۰)	ارشادات (وحدت) دھام یکم اگست ۱۹۳۰ء	۱۱۱
(۱۱)	ایک حمد۔ حمد ہزار (نظم)	۱۱۹
(۱۲)	مراسلات	۱۱۹
۱-	بنام موتی لال	۱۱۹
۲-	عرضداشت بہ تعمیل فرمان بالا	۱۲۱
۳-	بنام بابو گوپال نارائن صاحب	۱۲۳
۴-	بنام بابو بشیشر ناتھ صاحب	۱۳۰
۵-	لالہ رام چندر صاحب	۱۳۴
۶-	بنام ...... صاحب پنجاب	۱۴۰
۷-	بنام لالہ گیان چند صاحب پاک پٹن	۱۵۳
(۱۳)	رسید و ریویو	۱۵۴
(۱۴)	ایڈیٹوریل	۱۵۸

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام موتی لال منیجر ست سنگت ڈاکخانہ رادھاسوامی دھام ضلع مرزاپور

رادھاسوامی سہائے

جلد ۳ نمبر ۲

ست سنگت

اگست ۱۹۳۱ء

(۱) پرارتھنا

(۱) گناتیت - نرگن - سرگن - سرو پرم ادھ ناسی رادھاسوامی!
نرا کار - ساکار انوپم سکھ راسی رادھاسوامی!

(۲) دینا ناتھا! کرپال دیالا! پرتی پالا! جگدادھاری!
ست لوکی! الکھ اگم دھام نواسی! ستیہ پراسی رادھاسوامی!

(۳) پورن - وکھو ننگل داتی - چیتن گھن - آنند نہسا
کاہم - اکاہم - سکام پرکاسی - کیلاسی رادھاسوامی۔

(۴) روپ - ارہت - آکار رہت - من اہن رہت ادبھت دھامی
نہیں نام - انام نہیں نامی - سرپانامی رادھاسوامی

(۵) گورو روپ میں تیری مہما ہے - اس روپ کا پریم ملے مجھ کو
من بچن کرم سے جپا کروں - رادھاسوامی! رادھاسوامی!!

(۲)

ست سنگ کے بچن

ا۔ بھگتی مسلسل

(۲)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو ست سنگت ماہ جولائی ۱۹۳۱ء)

بھگتی سنائی سب سے نیاری
وید کتیب نہ تاہی پکاری

(منگلا چرن پہلا۔ سار بچن راد ھاسوامی نظم چوپائی نمبر ۲)

کل میں نے تم کو بتادیا کہ بھگتی کیا چیز ہے۔ آج تمہیں یہہ بتاتا ہوں کہ بھگتی کس طرح کی جاتی ہے۔ اور کس طرح اسے کرنا چاہیئے۔

بھگتی تین قسم کی ہوتی ہے (۱) ستھول۔ (۲) سوکشم (۳) کارن۔

ستھول بھگتی نیچلی ہے۔ سوکشم بھگتی درمیانی ہے۔ اور کارن بھگتی اونچی ہے۔

ان تینوں کے پرے سنتوں کا چوتھا پد آتا ہے۔ اور اس چوتھے پد کی بھگتی کو تم چوتھے قسم کی بھگتی کہہ سکتے ہو جس میں اونچی

نیچی اور درمیانی نسبت کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے - اس کا سمجھنا ذرا مشکل بات ہے ::

ایسے لوگ دنیا میں کم ملتے ہیں - جو چوتھے پد کی سمجھ رکھتے ہوں آدمیوں کی زیادہ تعداد نچلی بھگتی میں پڑی رہتی ہے - کوئی کوئی درمیانی بھگتی کی طرف خیال کرتا ہے - ان میں سے معدودے چند کارن بھگتی کی طرف جاتے ہیں - اور کوئی شاذ چوتھے پد کا ادھکاری ہوتا ہے ::

ست نام سچ کھنڈ یا ست لوک میں ہے - نیچے کی بھگتیاں اس سچ کھنڈ تک پہنچانے کے لئے زینہ کا کام دیتی ہیں کہا گیا ہے ::-

"تین شونیہ آگے رہا دوری"

یعنی چوتھا پد تین شونیہ کے اوپر ہے - یہہ تین شونیہ یہیں دل کمل - ترکٹی اور سن شونیہ ہیں - ان تینوں کے اندر ستھول سوکشم اور کارن بھگتی کا خاتمہ ہو جاتا ہے - لیکن یہہ تمام و کمال نہیں ہے - کیونکہ سنتوں کا ست نام سچ کھنڈ میں آتا ہے - جو ان تینوں سے پرے ہے - اس پر کسی کو غور کرنے کا شوق نہیں ہوتا - اور سب بھیڑ دھسان چال چلتے ہیں - اور ان کی ایک منزل بھی پوری نہیں ہوتی کہا گیا ہے ::-

"نام رہے چوتھے پد ماہیں
ڈھونڈ ہیں ترلوکی ماہیں"

نام ترلوکی سے پرے کی چیز ہے - جب یہہ تینوں مرحلے طے

ہو جاتے ہیں۔ اُس وقت کہیں نام کی سمجھ بوجھ آتی ہے۔
تب آدمی سچے معنے میں سچا بنتا ہے۔

سہس دل کمل کہتے ہیں ایک [illegible] جگت کو۔ سہس کے معنے ہیں ہزار۔ دل۔ پنکھڑی اور کمل۔ پھول۔ اس لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ سہس دل کمل کا منڈل عالم کثرت پہلا استھان اور وراٹ کا سروپ ہے۔ یہ جگت جس میں ہم رہتے ہیں عالم کثرت ہے۔ اور یہاں کی رچنا ساری کی ساری مرکب اور ترکیبی ہے۔ اور یہ ترکیب بھی وہاں استھول ہے۔

اس استھل کی تعلیم سمرن۔ دھیان اور بھجن سے شروع کی جاتی ہے۔ جس میں سمرن کہتے ہیں۔ دھیان اور بھجن کون ہیں۔

سوکشم بھگتی کا تعلق سادھو سے ہے۔ سادھو وہ ہے۔ جو سادھنا کرے۔ جو سادھنا نہیں کرتا وہ کسی حالت میں سادھو کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ اور جب تک آدمی سادھن میں نہیں لگتا اور سادھن کے مرحلے طے نہیں ہوتے اُس وقت تک نہ وہ گورومکھ کہا جا سکتا ہے۔ اور نہ گورو کی پراپتی اُسے ہو سکتی ہے۔ یوں اگر کوئی شخص معمولی طور پر سمرن دھیان بھجن کرتا ہے تو وہ معمولی ست سنگی ہی ست سنگی ہے۔ گورو کا نام لیوا اسے کہو لیکن ابھی تک نہ تو گورو کی پراپتی ہوئی ہے۔ اور نہ اسے گورو پد کی سمجھ ہے۔ جب انسان سوکشم بھگتی والا بنتا ہے لطیف خیالات کو سمیٹنے لگ جاتا ہے

اور گورو کے قریب جاتا ہے۔ تو عالم کثرت یعنی سہس دل کمل چھوٹ کر صرف تثلیثی ذات رہ جاتے ہیں۔ (۱) گورو (۲) چیلا (۳) گورو اور چیلا کے درمیان بچن ولاس۔ یہ تین ذاتیں ہیں۔ اسی رعایت سے سادھو کے منزل کا نام ترکٹی ہے۔ جس کا اشارہ اس بچن میں ملے گا۔

"چل اب سجنی دوسرے دھام
گورو نے بتایا گورو کا نام"

جہاں پنڈی آتما کا برہمانڈی آتما سے میل ہوتا ہے۔ وہ دس عالم کثرت یا سہس دل کمل ہے برہمانڈ کا عالم کہلاتا ہے۔ اس شریر کے اندر دوسرا مقام تیسرے تل یا چھٹے چکر میں ہے۔ ترکٹی کا مقام اس سے اونچا دماغ میں ہے۔ اگر سہس دل کمل کا دھنی ورات یا جوت نرنجن ہے تو ترکٹی پد کے دھنی کا نام اونکار ہے جس میں ا۔ و۔ م تین ماترائیں ہیں۔ اور وہ ان تینوں کی مجموعی کیفیت ہے۔

ان کی رعایت کا پتہ تم کو ست سنگ ہی سے ملے گا۔ جہاں گورو ہے۔ گورو کا سنگ ہے اور گورو کا نام ہے۔ اور چونکہ یہ لطیف مقام کا سادھن ہے۔ اس لئے یہاں ان تینوں کی لطیف شکل میں اشارہ دیدیا جاتا ہے۔

اس مقام میں بھی شغل سمرن۔ دھیان اور بھجن کا کیا جاتا ہے۔ لیکن یہاں سمرن اور بھجن گون ہو جاتے ہیں۔ اور خصوصیت اور اہمیت دھیان کی ہوتی ہے۔ ساری توجہ اندر میں ستگورو سروپ

ہیں جاتی ہے۔
اوپنجی اور ناران بھگتی کا مقام شوپنیہ استھان ہے۔ یہہ تمہارے دماغ میں سادھن کا تیسرا پد ہے۔ سمرن کیا۔ دھیان کیا۔ دونوں میں پختگی آئی۔ اب گو یہاں بھی سمرن دھیان اور بھجن کا تعلق رہتا ہے۔ لیکن سمرن دھیان گون ہو جاتے ہیں۔ اور بھجن مکھیہ ہو جاتا ہے۔ بھجن سے مراد ہے شبد کا سمرن انحد بانی کا سننا۔ اس مقام میں آکر بھگت میں شوپنیہ گتی آجاتی ہے۔ سہج سمادھی لگ جاتی ہے۔ جسے شونیہ سمادھی بھی کہتے ہیں۔

یہہ تینوں مقامات تینوں قسم کی بھگتی سے مخصوص ہیں۔ جب یہہ طے ہو لیتے ہیں۔ تب اس وقت سہج کھنڈ۔ ست نام اور چوتھے پد کی خبر ملنی شروع ہوتی ہے۔ اور آگے کا راستہ کھل نکلتا ہے۔

بھگتی بھگتی کا یہہ بیان کیا جاتا ہے تاکہ اس حالت کی بھگتی کی خبر معمولی آدمیوں کو ہو جائے۔
اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک بہرانگ۔ دوسرا انترنگ۔
بہرانگ کہتے ہیں۔ باہری بھگتی کو۔ اور انترنگ کہتے ہیں انتری بھگتی کو۔
بہرنگ بھگتی پانچ قسم کی ہوتی ہے۔ شبد۔ سپرش روپ۔ رس اور گندھ۔

یعنی ست سنگ میں جا کر گورو کے بچن کو شردھا اور بھگتی کے ساتھ سنو۔ یہہ شبد بھگتی ہے ٭

گورو کے چرنوں کو ہاتھ لگاؤ۔ یہہ سپرش بھگتی ہے

آنکھوں سے گورو کو دیکھو۔ درشن کرو۔ یہ روپ بھگتی ہے

پرشاد چڑھاؤ اور پرشاد لو۔ پرشاد کھاؤ۔ یہ رس بھگتی ہے

ہار چڑھاؤ اور اسی ہار کو پہن لو۔ اس کی خوشبو سونگھو۔ یہ گندھ بھگتی ہے

سننے سے۔ پاؤں کے چھونے سے۔ روپ کے دیکھنے سے پرشاد کھانے اور سونگھنے سے جو مقدس تجلی گورو کے اندر سے وہ بھگتوں کے اندر سرایت کرنے لگتی ہے۔ اور دونوں کے درمیان ایک قسم کے پریم اور محبت کا رشتہ پیدا ہو جاتا ہے ٭

انتر نگ بھگتی صرف سمرن۔ دھیان اور بھجن ہے۔ جس میں سے صرف سمرن کی تکمیل ہوتا ہے ٭

پہلی یا سفلی قسم بھگتی میں صرف خدا کے ساتھ روپ کا درشن کرنا ہے۔ جب ست سنگ میں جاؤ۔ آنکھیں ہمیشہ ایک ٹک روپ پر رہیں۔ تاکہ آنکھوں کے ذریعہ سے انتر کی پاک تجلی تمہارے اندر داخل ہونے لگے۔ یہہ سفلی قسم بھگتی بہر نگ بھگتی ہے ٭

اُس کی انتر نگ قسم یہہ ہے۔ کہ سمرن دھیان اور بھجن کرتے ہوئے صرف دھیان پر زیادہ زور دیا جاوے۔ تاکہ انکار

سروپ گورو کا اثر انتر میں آنے لگے ۔

ادھیجی اور کارن بھگتی کا بہرنگ روپ یہ ہے ۔ کہ ست سنگ میں جا کر بچن سُننو شرون اور منن کرو ۔ یعنی جو سنو اُسے وچار و یکھی اور جہانتک ہو سکے اُس کا ندھیاسن اور ساکشاتکار بھی یعنی عملی طور پر کرتے چلو تا کہ گورو کے مکھ سے جو بچن کی دھار نکلتی ہے اُس کی پاک بجلی کانوں کے ذریعہ سے داخل ہو کر تمہارے دل میں کہ پانی تاثیر اور تمہارے انوبھو کے بڑھانے میں مددگار ہو ۔ اس سمے کے بھگت میں گورو مکھتا آتی ہے یعنی وہ گورو کے مکھ سے نکلے ہوئے کلام کو سچا اور صحیح سمجھ کر اُس پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہوتے ہیں ۔

اس کا انترنگ یعنی اندرونی روپ یہ ہے ۔ کہ سمرن دھیان اور بھجن سے شروع کرتے ہوئے سمرن اور دھیان کو پختہ بنا لیا اور بھجن کو اہمیت اور فوقیت دی ۔ جس وقت انتر میں انہد بانی کی گونج شروع ہوئی ۔ ہمہ تن اور ہمہ دل اُس کی طرف مخاطب ہو گئے ۔ یہاں تک کہ محویت کے آجانے سے تن بدن کا بھی ہوش نہ رہا ۔

یہ کارن اور لطف بھگتی کہلاتی ہے ۔

مخلی بھگتی میں یعنی سہس دل کنول میں مقام بنانے میں صرف رسمی اور رواجی طور پر لکیر پیٹی جاتی ہے ۔ انہوں نے صرف

بھیکھ کو دھارن کیا ہے - گورو کی بانی پڑھتے ہیں۔ اس کا معمولی نام لیتے ہیں - اور ست سنگی کہلاتے ہیں - اس سے زیادہ ان کی حیثیت نہیں ہے ۔

پچھلی پادریان بھگتی میں بارہ گنی میں مقام بتلائے ہیں گورو کے حاصل کرنے کا مقصد ہے - اور سادھن سمپن ہوتا ہے پہلے کہہ دیا گیا ہے کہ جو سادھن سمپن نہیں ہے وہ سادھو نہیں ہے۔ وہ سادھو بھیشک بنے - سادھو کا نام لے اور دنیا اسے سادھو کہے وہ سادھو کا لباس بھی پہنے لیکن حقیقت میں وہ سادھو نہیں ہے وہ صرف بھیکھ دھاری ہی ہیں - سادھو نام ہے گورو کی پراپتی کا - جس کے اندر گورو کی مورتی بستی ہے اور وہ اس کا درشن بھی کرتا ہے - یہاں سے بھگتی کا دور شروع ہوتا ہے - اور ست نام تک جاتا ہے - جیسے بانی میں اشارہ آیا ہے ۔

"ایک نام ست گورو پرشاد ...."

کارن بھگتی یا اپنگی بھگتی یا الطف بھگتی میں شبد کے سنتے سنتے چت سماپت ہونے لگتا ہے - اس بھگتی میں سمادھی کا لطف حاصل ہوتا ہے - یا اور ونکو سادھن سمپن ہی سنت سمپن بھی ہوتا ہے - اور سنت سمپن ہی انبھو سمپن ہوتا ہے - یہ تینوں مدارج سادھن - سنت اور انبھو کئی لوگوں کی بھگتی کے بعد ہی ساتھ ساتھ چلتے گئے ہیں - اور کچھ آدمی ہیں جو پد کی طرف رجوع ہونے کا ادھکار پا سکتے لگتا ہے ۔

میں تمہیں مثال سے سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں :-

پہلے درجہ کی بھگتی میں سیوک صرف گورو کا نام لیتا ہے - اور کوشش کرتا ہے - کہ اس کے بچن پر چلے ۔

دوسرے درجہ یعنی سوکشم بھگتی میں وہ اپنے آپ کو گورو کا سیوک سمجھنے لگ جاتا ہے - اور گورو کے موج پر چلنے کی کوشش کرتا ہے - اس میں اس قسم کے خیال آنے لگ جاتے ہیں کہ

"میرا مجھ میں کچھ نہیں جو کچھ ہے سو تور
تیرا تجھ کو سونپتے کیا لاگیگا مور "

جس وقت وہ کارن یا الطف بھگتی کے درجہ میں داخل ہو جاتا ہے - اس وقت اس کی زندگی اپنی زندگی نہیں رہتی بلکہ وہ گورو کی زندگی ہو جاتی ہے ۔

مزید صراحت کی نظر سے تم یوں سمجھو -

(۱) پہلے درجہ میں گورو کا حکم معمولی طور پر ۔
(۲) دوسرے درجہ میں گورو کا حکم خاص طور پر ۔
(۳) تیسرے درجہ میں گورو کے حکم کی مجسم اور عملی صورت ۔

سنت مت میں ان تین قسموں کے بھگتوں کے نام جن کا اوپر ارشاد کیا گیا ہے - ست سنگی - سادھو - اور ہنس ہو جاتا ہے ۔

ست سنگی وہ ہے جو ست سنگ میں آتا جاتا ہے - بچن سنتا ہے - بانی کا پاٹھ کرتا ہے اور معمولی ابھیاس بھی کرتا رہتا

ہے۔

سادھو وہ ہے۔ جو رات دن سادھنا میں لگا ہوا اپنی زندگی کو گورومت کے انوسار بتاتا رہتا ہے۔

ہنس وہ ہے جو صرف اپنے مطلب کی چیز چھانٹ لیتا ہے۔ اور باقی کوڑے کرکٹ کو الگ پھینکتا رہتا ہے۔ جیسا کہ استعارہ کی زبان میں ہنس کی تعریف کی گئی ہے۔ کہ وہ ملے ہوئے دودھ اور پانی میں سے صرف دودھ تو پی لیتا ہے اور پانی ایک دم چھوڑ دیتا ہے۔

اس تیسرے درجہ کے بھگت میں صرف غرض سے غرض رہتی ہے۔ جس سے غرض یا واسطہ نہیں ہے۔ اُدھر اس کی نظر تک نہیں جاتی۔ اس کی نظر اوگن کی طرف نہیں رہتی ہے بلکہ صرف گن کی طرف رہتی ہے یہ شہد کی مکھی ہے۔ جو پھولوں سے اپنے مطلب کا رس تو لے لیتی ہے۔ مگر نہ پھول کی خوبصورتی کو برباد کرتی ہے۔ نہ اُس پر اپنے پاؤں کے دھبے کا نشان چھوڑتی ہے۔ اس نے اپنے مطلب کی چیز لے لی۔ پھول کو خوبصورت بنا دیا اور اڑ گئی۔ یہ ہنس گتی ہے۔

میں نے اوپر آٹھ قسم کی بھگتی کا تذکرہ کیا ہے۔ یعنی شبد سپرش روپ رس گندھ کی پانچ قسم کی بھگتی اور سمرن دھیان بھجن تین طرح کی بھگتی۔ یہ ۵ + ۳ ملکر ۸ ہوئے۔ بھگت ہنس بنگیا اور جب اس نے چوتھے پد کی طرف قدم بڑھایا اور اس پد میں آروڑھ ہونے لگا اس بھگتی میں دِرڑھتا آئی

تو یہہ نویں بھگتی کہلاتی ہے۔ سنت مت کے نقطہ خیال سے یہہ نودھا بھگتی ہے ٭

چوتھے پرکار رجحان بھگت کو پرم ہنس بنا دیتا ہے۔ اور اس کی زندگی میں جو تبدیلی آجاتی ہے۔ وہ یہہ ہے کہ وہ کام کرتا ہؤا بھی کام اور بے کام رہتا ہؤا باکام رہتا ہے ...... بندھن میں مکتی اور مکتی میں بندھن کی حالت اُسے پراپت ہے۔ اصل میں نہ وہ مکت ہے نہ بندھن میں ہے ٭

جب کسی بھگت میں یہ اوستھا آجاتی ہے۔ تب وہ سنت پدوی کا ادھکاری ہو جاتا ہے۔ اس کا نام سنت ہو جاتا ہے۔ اور یہہ ست نام کو ست لوک میں پراپت کرتا ہؤا جیتے جی سچ کھنڈ کا نواسی بن جاتا ہے ٭

ست نام کا ادھکار۔ ست نام کا سنسکار صرف اُسی بھگت میں جاگتا ہے۔ اور وہ اپنے زنجیروں کو پھل کر لیتا ہے۔ پھر اُسے کچھ کرنے دھرنے کی ضرورت نہیں رہتی ہے ٭

جیسے جل میں کمل نرالم مرغابی نیسانئے
سُرت شبد بھو ساگر تریئے نانک نام بکھانئے

کمل پانی میں رہتا ہے۔ پانی کے اوپر رہتا ہے کیچڑ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور کیچڑ کے اوپر آجاتا ہے۔ مرغابی پانی میں غوطہ مارتی ہے۔ اور اس کے پر نہیں بھیگتے یہی گتی سنت کی ہے جو بھگتی کا انتم پرنام یا آخری نتیجہ ہے ٭

رادھا سوامی دھام ۵ فروری ۱۹۳۰ء

۲- آواز

خشک تار و خشک چوب و خشک پوست
از کجا می آید ایں آوازِ دوست ؟

پُر و خالی پُر آمد از نغمۂ دوست
بہ بیں دف را کہ چوں پُر می در د پوست

پہلا شعر سوالیہ اور استفہامیہ ہے اور دوسرا شعر اقراریہ اور اثباتیہ ہے ۔

اس کا ترجمہ یہ ہوگا۔ "تار خشک ہے لکڑی خشک ہے اور چمڑا خشک ہے۔ پھر ان میں سے جو دوست کی آواز آ رہی ہے وہ کہاں سے برآمد ہو رہی ہے ؟"

دوسرے شعر کا یہ مطلب ہے: "چاہے کوئی چیز بھری ہو چاہے کوئی چیز خالی ہو۔ یہ سب کی سب دوست کے

نوٹ:- مولوی محمد قاسم صاحب مستاجر چوب یلندر ساکن معین آباد ریاست حیدر آباد دکن نے ایک شعر پڑھا اور اس کے سمجھانے کی درخواست کی شعر مذکور سرخی میں درج ہے ۔ موتی لال ایڈیٹر

نغمہ (آواز) سے بھری ہوئی ہیں۔ دف کو دیکھو کہ کس طرح اپنے گلے کے چمڑے کو پھاڑ پھاڑ کر آواز دے رہا ہے۔

یہ آواز کیا ہے؟ اس کی ماہیت سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ کوئی کہتا ہے۔ جب دو چیزیں ٹکراتی ہیں۔ تب آواز برآمد ہوتی ہے۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ جہاں حرکت ہوتی ہے وہاں آواز کا پیدا ہونا لازمی اور لابدی ہے۔ یہہ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ غلط نہیں ہیں۔ ٹکر سے بھی آواز برآمد ہوتی ہے۔ اور حرکت سے بھی آواز پیدا ہوتی رہتی ہے۔ لیکن آواز ان دونوں سے اونچی چیز بھی ہے۔ یہہ آواز قدرت کی جان ہے۔ روحانیت کا نشان ہے۔ اسی کے اندر اور اسی سے صرف زبان اور مکان کے ظہور کا امکان ہوتا ہے۔

جب یہ آواز غیر مجسّم ہوتی ہے۔ تب اس کا نام اور نشان قائم کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اور جب یہ آواز مجسّم ہوتی ہے تب اس وقت اس کا نام رکھا جاتا ہے۔ اور اس کی شکل و صورت قائم کی جاتی ہے:۔

شبد گپت تب رہا انام
شبد پرگٹ تب دھریا نام

کہنے کو تو سب کہتے ہیں کہ یہہ کائنات صرف آواز سے برآمد ہوئی ہے۔ ”کن“ کا کلمہ نکلا اور یہہ دنیا بن گئی۔ یہہ بھی کہا گیا ہے:۔ ”ابتدا میں کلام تھا۔ کلام مالک کے

ساتھ تھا۔ کل عالم کا مالک تھا۔ اور انہی سے یہ سب رچنا پیدا ہوئی ہے۔ اعتقادی طور پر تو اس کا اقرار ہے۔ لیکن حقیقی طور پر حقیقت کی نظر سے کسی کو اس کا علم نہیں ہے ؛

اصل میں یہ آواز ہی ہے جو عالم ظہور کا مظہر محرک اور بانی مبانی ہے۔ ایک فارسی شاعر نے کہا ہے :-

گر بہ اظہار شد نہ آوردے
نام آواز ایں جہاں نہ بُدے

مطلب کہنے والے کا یہ ہے کہ "اگر یہ آواز رُو بہ اظہار نہ ہوتی تو یہ دنیا کبھی ظہور میں نہ آتی ؛"

یہاں تک میں نے تم کو دوسروں کی رایوں اور حوالہ جات سے سمجھانے کی کوشش کی۔ اب تم خود اپنی عقل کو ذرا حرکت دو۔ اور سوچ اور سمجھ سے کام لیتے ہوئے اس آواز کی ماہیت کی طرف دھیان دو ؛

آواز چیتن ہے۔ آواز چیتن کی جان ہے۔ آواز گیان ہے اور آواز ہی دراصل گیان کے پرکاش کرنے کا ذریعہ ہے ؛

یہ آواز دراصل محیط کل عنصر ہے۔ جس سے ایک ذرہ بھی خالی نہیں ہے۔ ممکن ہے تم کہو کہ لکڑی کے اندر آواز نہیں ہے۔ پتھر کے اندر آواز نہیں ہے۔ لیکن یہ تمہارا اعتراض صرف سطحی ہے۔ اور بغیر سوچے سمجھے یہ بات کہی گئی ہے۔ اس سے تو شاید تم کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے

کہ لکڑی

ذرات سے بنی ہوئی ہے۔ ان ذرات کے اندر قدرتی طور پر دائمی حرکت رہتی ہے۔ اور اس دائمی حرکت ہی کا نتیجہ ہے۔ جس کی وجہ سے سال دو سال کے اندر لکڑی کی شکل و صورت بدل جاتی ہے۔ تبدیلی حرکت کے ماتحت ہے۔ اور حرکت ہی تبدیلی کا باعث ہوتی ہے۔ یہ سمجھی ہوئی اور جانی ہوئی بات ہے۔ اس لئے جب لکڑی کے ذرات کے اندر حرکت ثابت ہوئی۔ تو پھر اس کے اندر آواز کا ہونا لازمی ہے۔ یہ بھی کوئی عقیل شخص نہیں کہہ سکتا کہ لکڑی کی ہیئت حرکات سے خالی ہے۔ کیونکہ دراصل وہ شئے حرکت سے خالی ہوتی تو ہرگز ہرگز اس میں تبدیلی نہ آتی۔

پتھر کے ذرات بمقابلہ لکڑی کے زیادہ ٹھوس اور گھٹے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان میں تبدیلی ذرا دیر سے ہوتی ہے۔ مگر ہوتی ضرور ہے۔ کائنات میں کوئی شئے ایسی نہیں ہے۔ جو تبدیلی کے قانون کے ماتحت نہ ہو۔ یہاں ہر شئے ہر وقت لمحہ لمحہ بدلتی رہتی ہے۔ چاہے تم کو اس کا علم ہو یا نہ ہو یہ دوسری بات ہے۔

ہر یک لمحہ بیک ساعت بیکدم
دگرگوں می شود احوال عالم

پتھر بدلتا ہے۔ بدلنے میں اس کے اندر حرکت ہوتی ہے اور حرکت کے ساتھ آواز ہوتی ہے۔ اس لئے وہ بھی آواز سے خالی نہیں ہے۔

یہہ جو کہا گیا ہے کہ :-

"خشک تار و خشک چوب و خشک پوست
از کجا می آید ایں آواز دوست"

یہاں سوال یہہ تھا کہ تار لکڑی اور چمڑا تینوں خشک ہیں پھر یہہ آواز کہاں سے برآمد ہو رہی ہے؟ اس کا جواب سے دیا گیا۔ چاہے شے خشک ہو یا تر ہو ٹھوس ہو سیال ہو یا کھوکھلی ہو کوئی شے بغیر آواز کے نہیں رہ سکتی۔ آواز متحرک اور غیر متحرک ہر قسم کی اشیا میں موجود ہے۔ اس سے خالی کوئی بھی نہیں ہے۔ خشک لکڑی ہے اس واسطے آواز برآمد ہو رہی ہے کہ آواز اس کی جان ہے۔ خشک تار ہے اس سے صدا نکلتی رہتی ہے۔ کہ آواز بطور روح کے اس کے اندر سمائی ہوئی ہے۔ چمڑا لاکھ خشک ہو لیکن آواز سے خالی کبھی نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ آواز اس کی زندگی کا جوہر ہے۔ جو اس کے اندر داخل ہے۔

متحرک اور غیر متحرک دونوں صرف نسبتی الفاظ ہیں انسانی زبان نے اپنے خیال کے اظہار کے لئے ان کی اختراع کی ہے ورنہ یہاں تم کسی شے کو بے حرکت نہیں پاؤ گے۔ جس شے کو ہم اپنے مقابلہ میں ہلتے ڈولتے نہیں دیکھتے۔ اُسے غیر متحرک کا نام دیتے ہیں۔ لیکن وہ بھی اصل میں غیر متحرک نہیں ہے۔ کیا تم پہاڑ کو غیر متحرک سمجھو گے؟ نہیں۔ کبھی یہہ پہاڑ مجسم شکل میں آسمان سے باتیں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور

کسی وقت بھی پیمانۂ حرکت کے قانون کے زیر اثر پیدا کر
تمہارے قدموں کے نیچے فرش خاک بچھاتے ہیں۔ تھوڑی دیر
کے لئے بھی کبھی نہ یقین کرو کہ دنیا میں کوئی شئے حرکت سے خالی
ہے اور حرکت بغیر آواز کے رہ سکتی ہے۔

صاف لفظوں میں پہلے شعر کے استفہام کا جواب دے دیا
گیا۔ جو اس دوسرے شعر میں موجود ہے:۔

پُر و خالی پُر اند از نغمۂ دوست
بہ بیں دف راکہ چوں بر می دارد پوست

یعنی خالی اور بھری ہوئی چیزوں میں سے کوئی چیز دنیا
میں ایسی نہیں ہے۔ جس میں دوست کا نغمہ نہیں گونج رہا
ہے۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ آواز ہی خالق کائنات ہے اور
یہ آواز ہی عنصر ہے۔ جس نے ہزاروں لاکھوں اور بیشمار
صورتیں اختیار کر کے اپنی صورت آرائی کا تماشہ دکھا رکھا ہے
تم کیا ہو؟ مجسم آواز ہو۔ میں کیا ہوں؟ مجسم آواز ہوں۔ ہماری تم
اور تمہاری زندگی کے ظہور کا ثبوت کیا ہے؟ بدیہی اور صریح
ثبوت یہ ہے۔ کہ ہم آواز کرتے ہیں۔ ہمارے جسم کے
اندر ایک ذرہ بھی ایسا نہیں ہے جو آواز سے خالی ہو۔ تم جو
بولتے ہو۔ بولنا آواز ہے۔ تم ناک سے سانس لیتے ہو۔ سانس لینا بھی
آواز ہے۔ غرضیکہ تم جتنے حواس کا کام انجام دیتے ہو۔ سب
آواز ہی کی مختلف صورتیں ہیں۔ یہاں تک کہ تمہارے

رگ رگ اور ریشہ ریشہ سے ہر وقت آواز نکلا کرتی ہے۔ اس کا علم تم خود اپنی حالت کا اندازہ لگانے سے حاصل کر سکتے ہو۔ پاؤں سے لیکر چوٹی تک تم اسی طرح آواز سے بھرے ہوئے ہو جس طرح ایک بچے کے سائیکل کی پچکاری ہوا سے بھری رہتی ہے۔ جب تک آواز ہے تب تک تم جاندار ہو۔ آواز نکل گئی اور تم بے جان بن گئے۔ چراغ گل اور پکا ہی غائب کا تماشہ آنکھوں کے سامنے آگیا۔

کیا اس میں بھی تم کو کچھ شک ہو سکتا ہے؟ اگر شک کرتے ہو تو کرو۔

جو کیفیت تمہاری ہے وہی کیفیت سارے عالم کی ہے چاہے دیوتا (فرشتہ) ہو چاہے بھوت (عناصر) ہو چاہے من (دل) ہو۔ یہ تینوں ہی آواز کے عنصر سے بنے ہیں۔ آواز سب کی جیو اسی سے۔

بچہ پیدا ہوتے وقت اگر آواز کرتا ہوا آیا تو زندہ اور اگر بغیر آواز کئے ہوئے پیدا ہوا تو اسے مردہ سمجھو۔

یہ آواز ہی دراصل زندگی کی جان اور زندگی کا نشان ہے۔

انسانوں ہی پر کیا منحصر ہے۔ جتنی مخلوقات ہے سب تم آواز سے۔ نباتات۔ جمادات۔ حیوانات یہ سب پایا۔ ایک رچنا یعنی آواز ہی دنیا کی مخلوق ہیں۔

یہ آواز زندگی ہے۔ کیونکہ زندگی کے ظہور کا سامان اسی

سے ہوتا ہے۔ اسی آواز کی بدولت ہمیں علم یا گیان پیدا ہوتا
ہے۔ ایک شخص بولتا ہے۔ دوسرا شخص سنتا ہے۔ اسی آواز
کی دوسری صورت خوشی ہے۔ تم دیکھتے ہو جب کوئی اچھا
گانیوالا مل جاتا ہے۔ اور دلچسپ سریلی تان چھیڑ دیتا ہے
تو کیسی خوشی کا احساس ہوتا ہے۔

ان جملوں سے تم یہ نتیجہ نکالو۔

آواز ہستی ہے
آواز علم ہے
آواز سرور ہے

آواز ہستی۔ علم اور سرور تینوں ہی ہے
شبد ہستی ہے۔ شبد چیتن ہے۔ شبد آنند ہے
اور شبد ہی کا پھیلاؤ ہے۔

پورے شبد جیسے شاعر دوست کی آواز کہہ رہا ہے۔ اس دنیا
میں ہر جگہ گونج رہا ہے۔ لیکن ضرورت کان پیدا کرنے کی ہے
ایک شاعر کہتا ہے۔

جملہ عالم پُر است از آواز
لیک در ہائے گوش خود کن باز

یعنی تمام عالم آواز سے بھرا پڑا ہے۔ تم صرف اپنے
کان کھولنے کی ضرورت ہے۔ دوسرا شاعر کہتا ہے۔

بشنوی از زبان ہر موجود
کلمۂ لا الہ الا اللہ ہو

یعنی ہر وجود کی زبان سے (کان کھولنے پر) ہم برابر سنو گے۔
لا (غیر اظہار کی صورت۔ نفی) الا (صورت اظہار) اللہ ہو
ہو آواز کو کہتے ہیں۔ ہو (دم)

اہل مذاہب کے یہاں اس آواز کے اشارے تو موجود ہیں۔ لیکن وضاحت کا سامان معدوم ہے۔ اس لئے لوگ زیادہ تر توہمات میں پھنسے رہتے ہیں۔ اگر وہ صوفیوں اور فقیروں کی صحبت کچھ دن بھی اختیار کرتے تو یقیناً اس آواز کی ماہیت سے تمام و کمال واقفیت حاصل ہو جاتی ۔

آواز کی جہاں تک وضاحت کی جائے گی۔ ہمیشہ غیر فانی ثابت ہو گی۔ کیونکہ یہ داستان دراز ہے ۔

یہ آواز ہی سچا مرشد۔ سچا گورو اور سچا رہبر ہے۔ جس نے اس آواز کو سنا۔ اس کی طرف توجہ کی وہ منزل مقصود کو پہنچا جس نے اس آواز کی رہبری۔ اور ارشاد کی جانب سے عدم توجہی کی وہ منزل مقصود تک رسائی حاصل کرنے میں ناکامیاب رہا ۔

قدرت میں صرف دو چیزیں رہبری کا کام کرتی ہیں۔ ایک نور اور ایک کلام۔ تاریکی کے وقت مسافر دور سے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو دیکھ کر گاؤں میں پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ چراغ اس کو راستہ دکھا دیتا ہے۔ لیکن بسا اوقات جب چراغ نہیں رہتا اور گھٹا ٹوپ تاریکی چھائی رہتی ہے راستہ کا پانا یا لگانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس وقت آدمی

گگن کی آواز پر قدم اٹھاتا ہے - اور بستی میں پہنچ جاتا ہے

یہ دو چیزیں ہیں جن سے کام لیا جاتا ہے - لیکن نور ہر جگہ نہیں ہے - آواز ہر جگہ موجود ہے - یہ بات میں مذہب فقرا کی نظر سے اندرونی دنیا کے متعلق کہہ رہا ہوں جس وقت سالک اپنے گھٹ میں رسائی حاصل کرنے لگ جاتا ہے - اس وقت اسکے راستہ میں کئی منازل اور طبقے آتے ہیں - ان میں سے ایک تاریکی کی منزل ہے جہاں نور کا نام نشان تک نہیں ہے - اس کا نام ظلمات ہے وہاں کی رہنمائی کا کام صرف آواز سے متعلق ہے - اس لئے بلاشبہ آواز کی برتری نور پر بھی ثابت ہے

اگر تم چاہتے ہو کہ روحانیت کی دولت تمہارے ہاتھ آجائے تو کسی باخبر آدمی کی صحبت کرکے شغل آواز کی ترکیب سیکھو اور اپنے اسی جسم کے اندر آسمانی آواز - صوت سرمدی اور نغمہ یزدانی کو سنو اور منزل بہ منزل چلتے ہوئے آسمانوں پر پاؤں جماتے ہوئے آواز کی مدد سے اس مقام تک رسائی حاصل کرلو - جہاں سے تمہارے اصلی دوست کی آواز اتر کر نیچے کے طبقات میں گونج رہی ہے :

"چرخ را در زیر پا آر اے شجاع!
بشنو از فوق فلک بانگ سماع"

یعنی آسمان کو اپنے پاؤں کے تلے لا اور شجاع بنکر

آسمان پر چڑھ جا اور اس بانگ یعنی آواز کو سن۔
تم کہو گے کہ یہ تو بڑی مشکل بات ہے۔ کیونکہ کوئی آسمان پر چڑھے گا۔ اور کیونکر کوئی آواز کو سنے گا۔ میں کہتا ہوں یہ سب سے زیادہ سہل بات ہے۔ اور اس سے بڑھکر کوئی آسان طریقہ مالک تک رسائی پیدا کرنیکا نہیں ہے۔ اسے جوان اور بوڑھا فقیر اور دنیا دار۔ مرد اور عورت سب آسانی سے بلا خوف و خطر کر سکتے ہیں ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ کوئی باخبر رہبر مل جائے۔

گوش را نزدیک کن کاں دور نیست

لیک ایں گفتن بتو دستور نیست

مطلب اس کا یہ ہے۔ کہ کان کو نزدیک کر یہ آواز دور نہیں ہے۔ ہاں عام طور پر اس کے ظاہر کرنے کا دستور نہیں ہے۔

یلینڈو۔ سنگرینی کالرینہ

حیدر آباد دکن۔ ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء

۳- چتاونی

(۱) راگ انہد کا سنو - انتر میں اپنے آن کر
چت کی ورتی روک لو سمرن بھجن اور دھیان کر
(۲) آنکھ کان اور منہ کو موند کے - سنو شبد سادھن کر کے
چڑھ جاؤ گھٹ کے گگن میں - تینوں کو تان کر
(۳) گرو سے گر لے کے ست سنگت میں کچھ شوق سے
کام میں لگ جاؤ - گرو اپدیش کو ست مان کر
(۴) باہری باتوں کو چھوڑ دو - انتری سادھن کر کے
شبد کا لو آسرا تم اس کی دیا جان کر
(۵) رادھا سوامی نے کہا - گرو دھارن کرنا گرو کو جان کر
پانی پینا پیچھے پہلے پانی لینا چھان کر

۴- بکھیہ

(۱)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو ست سنگت ماہ جولائی ۱۹۳۱ء صفحہ نمبر ۱)
میں نے تم کو گومیدھ - اشومیدھ اور نرمیدھ کا اصلی مطلب بتا دیا - لیکن خبر نہیں تم نے سمجھا یا نہیں سمجھا ؟

ان تینوں نگیوں کو تم روز کرتے ہو۔ لیکن بے اختیاری کے ساتھ کرتے ہو اس واسطے تم کو اس کی سمجھ کمتر آتی ہے اگر اپنے اختیار سے ان کو دور کرنے لگو تو ان کی سمجھ بوجھ آسانی سے آ جاوے گی۔

ساری اندریاں اُلٹ کر اپنے آپ کو من میں لے کر دیتی ہیں یعنی اپنے آپ کو من کے حوالہ کر دیتی ہیں۔ من ان اندریوں کے سوکشم روپ کو لئے ہوئے سوتا ہے۔

اندریوں کا من میں سے لے ہونا یہ جو ہے سو ایک نگیہ ہے۔ من میں کھلاڑپن کی شوخی اور چنچلتا ہے۔ یہ من اپنے آپ کو اوتار کے بھی روپ کرتا ہے۔ خواب ہوں سمجھو کر اپنے روپ میں استھت یا قائم ہوتا ہے۔ اس وقت اس پر سوپن اوستھا غالب آتی ہے۔ یہ ایک دوسرا نگیہ ہے۔ اس اوستھا میں سوپن دیکھے جاتے ہیں اور من کا تھوڑا اتنری کے ساتھ دوڑتا رہتا ہے۔

اس کے بعد جب تم اس بات کو بھول جاتے ہو کہ میں آدمی ہوں۔ میں شریر دھاری ہوں۔ میں کرتا دھرتا اور بھوگتا ہوں۔ اس وقت تم اپنے میں سے لے ہوتے ہو تمہاری انسانیت بالکل کھو جاتی ہے۔ یہ سُشپتی یعنی گہری نیند کی اوستھا ہے۔

جاگرت اوستھا میں اندریاں پرچل رہتی ہیں۔ کھانا پینا وشے بھوگ سب کچھ ہوتا ہے۔

سوپن اوستھا میں جا کر اندریاں بھول جاتی ہیں صرف من رہ جاتا ہے - جو اپنی سمرتی شکتی یا قوت یادداشت سے خیالی کام کیا کرتا ہے ٭

سوشپتی میں نہ من ہے نہ اندریاں ہیں - اس میں میرے تیرے پنے کا خیال قطعی نہیں رہتا - صرف اپنا روپ ہی روپ رہ جاتا ہے ٭

یہہ گو میدھ یگیہ ہے - یہہ اشو میدھ یگیہ ہے اور یہہ نر میدھ یگیہ ہے - ٭

یہہ تینوں کام روز ہی کرتے ہو - اور بلا ناغہ کرتے ہو لیکن جیسا میں نے پہلے کہا ہے - بے اختیاری کے ساتھ کرتے ہو - اب ست سنگ میں اکثر ست سنگ کے بچن سنتے ہوئے اختیار کی حالت حاصل کرنے کی کوشش کرو - اور ایسی کیفیت ہو جائے - کہ بیٹھے ہوئے تم اپنی اندریوں کو جب چاہو من میں لے کر لیا کرو - اور سوپن کی حالت میں جا کر لے کر لیا کرو - یہہ گو میدھ یگیہ ہو جائیگا ٭

پھر اسی طرح اندریوں کو گھوڑے روپی من میں لے کرتے ہوئے پہلے اس گھوڑے کو خوب چال بازی کا موقع دو تاکہ وہ تھک تھکا کر شتھل ہو جائے اور اس کو خود بخود بغیر جانے بوجھے ہوئے آتم روپ کی طرف رجوع ہونے کا شوق پیدا ہو جائے ٭

ان حالتوں کا پیدا کر لینا صرف ابھیاس سے متعلق ہے

جاگتے ہوئے۔ سوؤ اور سوتے ہوئے جاگو اور جاگتے اور سوتے ہوئے سُوشُپتی کا آنند لو۔

اس اختیاری حالت کے حاصل کرنے کے لئے ابھیاس کے منازل سے تم کو گذرنا ہوگا۔ اس وقت تم میں یہہ حالت آجائیگی اور جب چاہوگے اپنے روپ میں جاکر قائم ہو جاؤ گے۔

جو کام کہ تم روزانہ کرتے ہو۔ اس کا سمجھنا بوجھنا مشکل نہیں ہوتا۔ ذرا توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اور یہہ توجہ کی طاقت ہمیشہ ست سنگ سے حاصل ہوتی ہے۔ بغیر ست سنگ کے بچن کے نہ خیالات کی صفائی ہوتی ہے۔ نہ اصلیت کی پردہ کشائی ہوتی ہے اس لئے ست سنگ کرنا ضروری اور لازمی ہے۔

یہاں اور بھی تم کو اشارہ دیکر سمجھاتا ہوں۔ کہ جب تک اندریاں من میں لے نہیں ہو جاتیں۔ تب تک آدمی سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہوتا۔ یہہ کام بھی تم روزانہ کرتے ہو۔ جب کوئی مشکل بات سامنے آجاتی ہے۔ ہاتھ کو کنپٹی سے لگاکر تم آنکھوں کو بند کر لیتے ہو۔ اور اندریوں کا خیال چھوڑ کر سوچنے سمجھنے لگ جاتے ہو۔ اُس وقت اکثر تمہاری مشکلات رفع ہو جاتی ہیں۔ اور سوالات حل ہو جاتے ہیں۔ بہت آدمی ایک خیال کو اپنے اندر رکھتے ہوئے جب سو جاتے ہیں۔ تو خواب میں بھی بسا اوقات اُن کی پیچیدہ خیالی گتھیاں خودبخود

سلجھ جاتی ہیں۔ کیونکہ اُن کے سلجھنے کا مقام من ہے۔ اندریاں کے بس میں آیا ہوا من سوچنے اور سمجھنے پر غالب ہو جاتا ہے اندریوں پر قبضہ رکھنے والا من جب ایکاگر چت یا یکسو اور یکاگر ہو جاتا ہے تب بات اُس کی سمجھ میں آنے لگتی ہے۔

اندریوں کا من میں لے ہونا پہلی حالت ہے جسے میں گومیدھ یگیہ کہتا ہوں۔ اب من کا سب سے الگ ہو کر سوچنا اور سمجھنا اشومیدھ یگیہ ہے۔ اور وہاں گتھیوں کا حل پانا اُس اشومیدھ یگیہ کا پھل ہے جیسے اندریوں کا شانت ہو جانا گومیدھ یگیہ کا پھل ہے۔

یہاں تک تم نے سمجھ لیا۔ اب آگے کی منزل کی طرف خیال کرو۔

جب من دوڑتے دوڑتے تھک گیا اور اپنی قلابازیاں بھولنے لگا خواہ دوڑ دھوپ سے اکتا گیا اس وقت کیا کیفیت ہوتی ہے۔

دوڑت دوڑت دوڑیا۔ جہاں لگ من کی دوڑ
دوڑ تھکے من تھر بھیا۔ وستو ٹھور کی ٹھور

جیتی لہر سمندر کی۔ تیتی من کی بھاگے
سہجے ہیرا نیپجے۔ جب من بس میں آئے

تم کو تجربہ ہوگا۔ تم نے اپنی گھڑی جیب میں رکھ لی اور دوسرے کام کاج میں مصروف ہو گئے۔ دفعتاً تم کو گھڑی کا خیال

آگیا۔ لیکن گھڑی نظر نہیں آتی۔ کیونکہ اندریوں میں اشانتی ہے۔ اور اندریوں کے اشانت ہونے کی وجہ سے من میں چنچلتا ہے۔ گھڑی کو پاس رکھتے ہوئے تم دوسروں سے پوچھتے ہو کہ میری گھڑی کیا ہو گئی۔ کبھی اِدھر ڈھونڈتے ہو کبھی اُدھر ڈھونڈتے ہو۔ گھڑی نہیں ملتی ہے جب تلاش کرتے کرتے تم تھک گئے اور طبیعت اُکتا گئی۔ تم نے کہا وہ ہو گی کہیں۔ اور تھوڑی سی دیر بعد شانتی آگئی۔ اس وقت اس کو اپنی گھڑی کی یاد خود آگئی۔

اسی طرح من کے گھوڑے کو خوب سرپٹ دوڑانے کے بعد جب اس کی قربانی ہوتی ہے۔ اس وقت انسان انسان بنتا ہے۔ یعنی اندریوں اور من کے اوپر اُسے قابو مل جاتا ہے۔ اور پھر نفسانی جذبات کام کرودھ لوبھ موہ اہنکار اُسے نہیں ستاتے۔ یہ اس کا پھل ہے۔

لیکن ابھی تک اس بات کا خیال دل کے اندر موجود ہے کہ میں انسان ہوں اور انسانیت کے تمام اثرات نے مجھے گھیر رکھا ہے۔ جس آدمی کے اندر یہ خیال ہے۔ وہ ہزار سدھی شکتی والا ہو تاہم ابھی کبھی نہ کبھی اُن کی لپیٹ میں آئے گا۔ اس لئے کیا کوئی ایسی تدبیر بھی ہے کہ اس خیال کی بھی قربانی ہو جائے کیونکہ جب تک انسان انسان ہے تب تک کسی نہ کسی شکل میں اندریوں اور من کے جال سے اُسے چھٹکارا نہ ملے گا۔

اب ضرورت اس بات کی ہوئی کہ وہ اپنی انسانیت کی بھی قربانی کردے۔ یہ وہم جو اُس کے دل پر حاوی ہورہا ہے۔ کہ میں انسان ہوں علمی اور عملی طور پر جاتا رہے۔ اس وقت وہ خالص حقیقت اور آتم چیتن ہوجائیگا۔ جسطرح کانچ ہو جیسا گرد و غبار سے ڈھکا ہوا شیشہ میلا ہوجاتا ہے اور اس کا رنگ و روپ نہیں جھلکتا۔ لیکن ان کے دھل جانے پر وہ صاف اور شفاف نظر آنے لگتا ہے۔ اسی طرح جب اندریوں کا، من کا اور انسانیت کا وہم یک لخت نکل جاتا ہے۔ تو اس وقت یہی زندگی اصلی اور حقیقی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اس وہم کا دور کرنا ہی اور دور ہو جانا ہی نرمید ھ یگیہ کا پھل ہے۔

کون انسان ہے۔ جو جاگتا نہیں یا سوتا نہیں یا سشپتی کی گہری نیند میں جاتا نہیں! سب جاتے ہیں۔ جاگرت سے سوپن میں جانا اندریوں کی قربانی ہے کیونکہ پھر یہ اندریاں متحرک نہیں ہوتیں۔ اور ان کے غیر متحرک ہوجانے کی وجہ سے من ان کے اثرات کے اوپر آجاتا ہے۔ اور من کا من میں لے ہوکر آتم روپ کی طرف دوڑنا من کی قربانی ہے۔ اور اسی طرح من اور اندریوں نے جھمیلے سے چھٹکارا پاکر اپنے آپ میں لے ہو رہنا نرمیدھ یگیہ ہے۔"

یہاں تک میں نے تم کو سمجھا دیا۔ اب اس کی ترکیب بتاتا ہوں۔"

گورو کی صحبت میں جاؤ۔ ان کے بچن کو سنو۔ شردھا
من اور ندھیاسن خوب ہو۔ جو سنو اس پر غور کرو۔ اس پر
چت کو ٹھہراؤ۔ اس طرح کچھ دنوں ست سنگ کرنے سے
تمہارے اندر خاص خاص قسم کی طاقتیں پیدا ہونے لگیں
گی۔ صرف خیالات ہی کی صفائی نہ ہوگی۔ بلکہ گورو کے بچن
کی شکتی تم کو انبھو کی طرف ڈھکیلتی ہوئی لے جائے گی۔
آخر ست سنگ کرنے کا بھی کوئی پھل ہوگا یا نہیں۔ ہوگا! جس
وقت یہ کیفیت تم پر گذرنے لگے اس وقت تم گورو سے
سُرت شبد یوگ کی ترکیب سیکھو۔ اور اس کا ابھیاس
کرو!!

ست سنگ باہر کیا جاتا تھا۔ اس میں باہر مکھتا تھی۔ ابھیاس
انتر کیا جاتا ہے۔ اس میں انتر مکھتا ہے!

یہ طریق اتنا سہل اور آسان ہے۔ جس کے لئے کسی
سنجم یا لوازمے کی خاص ضرورت نہیں ہے۔ استری
پرش، بوڑھا جوان براہمن شودر جس کو شوق ہو اپنے گھر میں
بیٹھ کر بغیر روزگار یا پیشہ ترک کئے ہوئے کر سکتا ہے صرف
عادت بنانے کی دیر ہے۔ عادت بنی نہیں کہ خود بخود راستہ اندر
میں کھلا نہیں!

بات کیا ہے؟ صرف اتنی سی بات ہے کہ اپنے انتر میں شبد
کو سنو۔ جیسے باہر کے ست سنگ میں گورو کے بچن سنتے رہے
ویسے ہی اب انتر میں آکاش بانی کے سننے کی ضرورت

اپنی جاگرت اوستھا کو دراٹ کے جاگرت میں ملادو۔ ہے۔
گورودیو تم کو بتاوے گا کہ کس جگہ تمہارے شریر میں پنڈ اور برہمانڈ کا میل ہوتا ہے۔ اس استھان پہ بیٹھ کر چیت کی ورتی کو صرف اسمرن کرو۔ اس مقام پر صرف اسمرن کی کمی ہے۔ دھیان اور بھجن گون ہو کر بن جاتے ہیں ابھیاسی کرنے کو تو تینوں ہی ایک ساتھ کرتا ہے۔ لیکن اس کا مقصد اسمرن انگ کو پریل کرنا ہے۔

اسمرن کہتے ہیں قوت یادداشت کو۔ ذکر کو۔ وظیفہ کو۔ آدرش کے نام کا من سے اچارن کرنا اسمرن کہلاتا ہے تاکہ آدرش یا اشٹ کا خیال دل پہ حاوی ہو جائے اس میں کسی قسم کی لغزش نہ رہنے پائے۔

دراٹ برہم کی جاگرت اوستھا سہس دل کمل کہلاتی ہے سہس کے معنے ہزار۔ "دل" معنے پنکھڑی اور "کمل" کے معنے ہیں پھول۔ یہ عالم کثرت ہے۔ جس میں بے شمار روپ اور نام کا پسارا پھیلا ہوا پرتیت ہو رہا ہے۔ اس مقام پہ پہنچ کر تم نے آدرش کے نام کو چھانٹ لیا۔ اس پہ چیت لگا دیا۔ اور جب پختگی آ گئی تو دوسرے مقام کی طرف چڑھ دوڑے۔ جہاں تم کو آدرش کا روپ اپنی جلال اور جمال کے ساتھ چمکتا ہوا نظر آئے گا۔ یہ برہم کا ونکار سروپ ہے۔ جس میں ست۔ رج۔ تم۔ کی ا۔ و۔ م کی

شکل میں صورتیں مجموعی طور پر موجود ہیں۔ اس مقام پر بھی عمل ثلاثہ سے کام لیا جاتا ہے۔ لیکن تکشتیا دھیان کی ہے اسمرت شکتی نے پختہ ہو کر اونکار کے روپ کو تمہارے سامنے کھڑا کر دیا۔ اب انتر میں اس کا درشن کرو۔ جو سوال پوچھنا منظور ہو پوچھو۔ تاکہ اندرونی طور پر شک و شبہات رفع ہو جائیں اور آگے کی ترقی کا راستہ کھلے۔

جب گرو دل گیا تو اس کا اشارہ ہمیشہ روپ کی طرف ہو گا۔ یہاں اس کا اثر تمہارے اندر سرایت کرنے لگا پھر تمہیں اس منزل کو بھی چھوڑنا پڑے گا۔ وراٹ کے سہسر الجنیے ہزار دل شکل والے روپ کو چھوڑ دیا۔ اونکار یا تثلیثی روپ بھی آگے چل کر خاص قسم کی تبدیلی اختیار کریگا۔ اب تیسری منزل پر جاؤ جو کہ تمہارے جسم کے اندر ہی موجود ہے۔ باہر کہیں بھی نہیں ہے یہاں بھی عمل ثلاثہ سے کام لیتے ہوئے صرف کیچن کی تکشتیا کو سمجھو اور آکاش بانی یا آسمانی آواز کو سنتے ہوئے اپنے آپ کو اس میں محو کر دو۔

یہ اس مقام کی حد ہے۔ اس کا نام ہرنیہ گربھ اوستھا ہے۔

جو پنڈ ہے وہی برہمانڈ ہے۔ پنڈ اور برہمانڈ میں اس قدر فرق نہیں ہے۔ فرق صرف پیمانہ کا ہے۔

آدمی جاگرت اوستھا میں وشو یعنے سنساری کہلاتا ہے سوپن اوستھا میں اس کا نام تیجس یعنے اپنے جلال میں آپ

چمکنے والا ہو جاتا ہے۔ سوشپتی اوستھا میں اُسے پراگیہ یا عقل کل کا خطاب ملتا ہے۔

یہہ تینوں حالتیں تمہارے اندر موجود ہیں۔ اب ان کو برہمہ کے ان ہی تینوں حالتوں میں منتقل کرنا ہے۔

جاگرت اوستھا کے برہمہ کا نام وراٹ ہے۔ جو ہزار سر والا۔ ہزار پانوں والا اور ہزار آنکھ والا ہے۔ اسے سہسرار یا سہسرا کار بھی کہتے ہیں۔ کچھ دنوں اپنے جسم کے اندر اس کی سیر کرو۔ پھر آگے کی طرف قدم بڑھاؤ۔

برہمہ کی سوپن اوستھا کا نام ہے۔ اونکار یا آدیا گرت خواہ انتریامی۔ یہہ ترگن آتمک ہے۔ جیسا کہ اس کے نام اوم میں آ۔ و۔ م سے ظاہر ہے۔ برہمہ کی جاگرت سے اونچے چڑھ کر برہمہ کے سوپن یا اونکار کے استھان میں آؤ۔ کچھ دنوں وہاں کی سیر کا لطف اُٹھاؤ۔ یہہ اونکار حقیقت میں گورو ہی کا روپ ہے اور اوم گورو کا نام اور گورو کا منتر ہے خیالی طور پر اس برہمانڈ کا تمام کام یہہ برہمانڈی من اونکار ہی کرتا ہے۔ جس طرح پنڈ کا تمام کام تمہارا پنڈی من انجام دیتا رہتا ہے۔

اس مقام کو طے کر کے اب برہمہ سوشپتی کی طرف آگے بڑھو۔ اس کی بھی جگہ تمہارے اس جسم کے اندر ہے سوشپتی اوستھا میں رہنے والے برہمہ کا نام ہرنیہ گربھ ہے یہاں جا کر اپنے آپ کو محو کر دو۔

کچھ دنوں تک اس ابھیاس کا سلسلہ جاری رہے۔ جب تمہارے اندر کافی طور پر انتر مکھتا آنے لگے گی اس وقت خود بخود چوتھے پد میں جانے کا سنسکار جاگ اٹھے گا۔ اور تم اصلی منزل مقصود تک اپنی رسائی حاصل کرو گے۔ اس پر بھی کبھی تذکرہ کیا جائے گا۔

ست سنگ اور ابھیاس یہ دونوں چیزیں حقیقت تک رسائی پیدا کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ جس طرح پرندہ دو پروں کو پھڑپھڑاتا ہوا ان کی مدد سے فلک سیر ہو جاتا ہے۔ اور عالم فضا میں اُڑتا رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح ست سنگت اور ابھیاس کے پر لگائے ہوئے ابھیاسی شبد کی ڈور کو پکڑ کر گھٹ کے آسمان کا عازم ہوتا ہے۔

یہ میں نے تم کو علمی نقطہ نگاہ سے سمجھایا۔ اگر اس کو سمجھ لیا تب بھی اچھی بات ہے۔ اور اگر نہیں سمجھا تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ صرف اتنی ضرورت ہے۔ کہ ست سنگ کرو۔ اور ساتھ ہی ساتھ ابھیاس بھی جاری رہے۔ انتر کے شبد کو روزانہ برابر سنتے رہو۔ اگر زیادہ وقت نہیں دے سکتے ہو۔ تو صرف صبح و شام اس کا عمل کرو۔ تمہاری زندگی میں خود ایک ایسا وقت آ جائے گا۔ کہ آپ تم جاننے بوجھنے سوچنے سمجھنے انومان اور انوبھو کرنے کے قابل ہو جاؤ گے اور جس وقت ساکشاتکار ہو جائے گا۔ اس وقت پھر کسی قسم کے شک و شبہات تمہیں ڈانواں ڈول نہیں کر سکیں گے

اور اس شریر میں رہتے ہوئے بھی تم آتمیانی جیون مکت دشا کو پراپت کرلوگے ۔

مقام بلیند ڈ ۲۴ مارچ ۱۹۴۳ء

حیدر آباد دکن

دنیا اور انسان

یہہ دنیا ایک مکمل باغ ہے - جس میں گھاس پھوس - پھل پھول کانٹے کٹیلے سب بکھرے ہوئے ہیں - اور اس کی خوبصورتی اسی بات میں ہے - کہ ہر قسم کا سامان کثرت کے ساتھ یہاں بکھرا ہوا ہے - اگر کوئی چیز نہ ہوتی تو اس کی کمی رہتی - اور ہم اسے مکمل یا پورن نہیں کہہ سکتے - یہاں کوئی چیز ایسی نہیں ہے - جسے تم غیر ضروری قرار دے سکو - زہر کے ساتھ امرت ہے - بیماری کے ساتھ صحت ہے - گرمی کے ساتھ سردی ہے - جوانی کے ساتھ بڑھاپا اور زندگی کے ساتھ موت ہے وغیرہ وغیرہ - ان میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے تم دنیا سے نکال دینا پسند کرو - یا نکال سکو - اول تو یہہ ہماری تمہاری طاقت سے باہر ہے - کہ ہم کسی چیز کو بالکل ہی

خارج کر دیں۔ اور بالغرض اگر خارج کرنے کی طاقت بھی ہوتی۔ اور ہم کسی چیز کو نکال دیتے تو پھر دنیا کی کیا کیفیت ہوتی۔ وہ چیز نامکمل ہو جاتی اور بدصورت سمجھی جاتی۔ اس لئے یہ خیال کرنا کہ دنیا میں ہر چیز ہمارے موافق ہو بالکل غلط خیال ہے۔ کیونکہ دنیا جیسے کہ دوند استھان بنائی گئی ہے اس کا نام اجتماع ضدین ہے۔ اور اس کی خوبصورتی بھی اسی بات میں ہے۔ کہ اس میں ہر شئے کی کنجی الٹی ہے۔ اور روشنی کے ساتھ ظلمت ہر نفس کے ساتھ فنا۔ شہد کے ساتھ تکلیف کا ڈنک اور گلاب کے ساتھ کانٹے لگے رہیں۔ اگر یہ کیفیت نہ ہوتی تو تمہاری قوت تمیزی کو ترقی کرنے کا موقع کبھی نہ ملتا۔ اگر تم نیک کو پاتے اور بد کو نیک سے تمیز کر سکتے اس لئے کیا قدرت کا تمہارے اوپر یہ زبردست احسان نہیں ہے۔ کہ اس کثرت کے ساتھ تمہاری تعلیم اور تربیت کا سامان موجود کیا گیا ہے؟

کسی شخص کے پیش نظر پھولوں کا گلدستہ رکھا ہوا تھا جس میں پھول پتے کانٹے کلیاں گھاس کے تنکے سب ہی کچھ خوبصورتی سے باندھے ہوئے تھے۔ ایک شخص کی نظر گلدستہ پر پڑی۔ وہ بول اٹھا ــــ کیا اچھا ہوتا کہ اس گلدستہ میں پھول ہی پھول ہوتے کانٹے نہ رہتے! اس گھاس کے تنکے کی کیا ضرورت تھی؟

گھاس نے مسکرا کر زبان حال سے کہا ــــ وہ تو

عجیب نادان آدمی ہے۔ جو قدرت کے راز کی طرف نگاہ نہیں رکھتا اور خدا کی خدائی کو بے پاد کرنا چاہتا ہے! باغ میں اگر پھول نہیں تو باغ نہیں کہلائے گا۔ بلکہ پھلواری کہلائے گی۔ کیا تو نے کبھی ایسا باغ دیکھا ہے جس میں گھاس اور کانٹے کٹیلے نہ ہوں۔ اور کم از کم خاردار باڑھ نہ لگی ہو۔ اگر دیکھا ہے تو مجھے بھی بتا دے! نادان! اس بات کو سوچ! باغ میں کوئی درخت صرف پتے ہی پتے دیتا ہے۔ کسی میں پھول ہی پھول آتے ہیں۔ کسی کسی میں پتے پھل پھول سب کچھ رہتے ہیں۔ کوئی کوئی درخت ایسے بلیں کے جن میں ٹھنی ہی ٹھنی رہتی ہے۔ پتے والے درخت پھل نہیں دیتے۔ جیسے کروٹن اور اشوک وغیرہ۔ کسی میں پھل آتے ہیں مگر پھول نہیں لگتے۔ جیسے کٹھل اور گولر کے درخت کوئی بیل زمین پر نہیں اُگتی۔ بلکہ درختوں کی شاخوں پر اُگتی ہے۔ جیسے آکاس بیل وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے تو خدا کی خدائی کی تمیز کر۔ اور اپنی زبان کو عیب جوئی اور حرف گیری کے گناہ سے بچا رکھ۔"

وہ شخص چپکا ہو گیا۔ پھر اس نے دنیا کے خلاف لعن طعن کی زبان بند کر لی۔

اسی طرح ایک فقیر کا گذر کسی شہر میں ہوا۔ وہاں مندروں کے ساتھ شراب خانے اور قمار خانے موجود تھے۔ اچھوں کے ساتھ برے لوگ بھی رہتے تھے۔ شاندار خوبصورت مکانوں

گے بلتی بول براز کی جگہیں بھی تھیں - یہاں ہر طرح صفائی کا انتظام تھا - وہاں بدررو کی راہ سے غلاظت بھی بہ رہی تھی - فقیر خوبصورت شہر کی خوبصورت وضع کو دیکھ کر خوش ہوا - قہقہہ مار کر ہنسا - "آفریں ہے اس شہر بنانے والے پر! جس نے اس مکمل اور خوبصورت شہر کو آباد کیا ہے - اس میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے" ایک دُنیادار نے اس فقیر کی صداستی - پوچھا "بابا! تم کیوں اس شہر کی اس قدر تعریف کرتے ہو - یہاں بے ایمان چور اُچکے ڈاکو لٹیرے سب ہی ہیں - ناپاک اور پاک دونوں ہی بستے ہیں - اچھا تو یہ اس وقت تھا جب اس میں سب اچھے ہی اچھے رہتے اور بُرے آدمی نام کے لئے بھی نہ ہوتے" فقیر مسکرایا - "تیری نظر قدرت کی صناعی پہ نہیں ہے - تو چاہتا ہے - میٹھا میٹھا گپ اور کڑوا کڑوا تھو ہوتا ہے اگر سب ایک طرح کے ہوتے تو دنیا کی خوبصورتی کا تماشہ کیسے آنکھوں کے سامنے آتا! شہر کی خوبصورتی اس بات میں ہے کہ اس میں دیندار - بیدین - ایماندار - بے ایمان - لطافت پسند اور کثافت پسند سب ہی رہیں ورنہ شہر شہر کب کہلائے گا! اختلاف قدرت کی جان اور قدرت کی خوبصورتی ہے - تیری نگاہ کمال پہ نہیں ہے - بلکہ نقص پر ہے - اس لئے تجھ کو تکلیف ہوتی ہے - فقیر کی نگاہ کمال پر رہتی ہے - اس لئے اس کو ہر جگہ اور ہر حال

ہیں خوشی ملتی ہے۔ تو تو اس بات کا خواہشمند ہے۔ کہ
جسم میں ہاتھ پاؤں آنکھ ناک ..... نہ ہوں
مگر وہ مکمل کہلائے یہ ہو کیسے سکتا ہے! دیکھ! اگر
تیرے جسم کے اندر لطافت ہے تو کثافت بھی موجود
ہے۔ اگر تو خوشبو سونگھتا ہے تو بدبو بھی خارج کرتا
رہتا ہے۔ تیرا جسم بھی شہر کی مانند ہے۔ اور اس کی
خوبصورتی اسی بات میں ہے کہ جسم انگ ہیں۔ (اعضا
بدن) نہ ہو کیونکہ انگ ہیں۔ جانور دیوتاؤں کی قربانی
کے قابل نہیں سمجھا جاتا۔ قدرت کے کمال پر نظر رکھ اور تب
تو اس کے راز کو سمجھ سکے گا۔"

امریکہ میں آج دس برس ہوئے ہونگے۔ ایک شخص نے
اشتہار دیا کہ جو شخص ایک مختصر سطر میں بہترین خیال ظاہر
کرے گا۔ اس کو سات ہزار ڈالر کا انعام ملے گا۔ سات
ہزار ڈالر کی قیمت ہندوستانی سکے کے لحاظ سے بائیس ہزار
روپیہ یا کچھ زائد ہوتی ہے۔ اشتہار کو پڑھ کر کئی ہزار آدمیوں
نے اپنی اپنی تحریریں بھیجیں۔ لیکن انعام صرف ایک سات
برس کے بچے کو دیا گیا۔ اس کی تحریر سب سے زیادہ مختصر مگر
دل میں چبھنے والی تھی۔ اس نے لکھا تھا۔ "لوگ کہتے ہیں
کہ خدا نے برا کیا کہ گلاب کو کانٹے کا ہمجولی کر دیا۔ میں یہ
کہتا ہوں کہ خدا نے اچھا کیا کہ کانٹے کے ساتھ گلاب
لگا دیا۔"

اب سوچو اس لڑکے کے ذہن میں کیا بات گذری اور تمھاری تمیزی طاقت کو حرکت کا موقع ملے گا۔ دنیا میں سب کچھ ہے۔ نیکی۔ بدی۔ بُرا۔ بھلا۔ لیکن تم کیا چاہتے ہو؟ اس بات کو بتا دو! جس بات کی تم کو خواہش ہو اُس کی طرف نگاہ کرو۔ اوروں کو نظر انداز کرتے چلو۔ ہندو شاستروں میں مقصد کے انتخاب کا نام "نیشٹھا" ہے۔ یہ نیشٹھا کہتے ہیں۔ اِشٹ پوجا۔ اِشٹ کا تپسیا اور معراج پرستی کو تم جس اشٹ کو دھارن کرو اسی کے موافق اپنی نگاہ بنا دو۔ اور اسکے کام میں لگ جاؤ۔ یہ نیشٹھا ئیں بیشمار قسم کی ہوتی ہیں۔ اور اِس کی نسبت کرشن بھگوان اس طرح فرماتے ہیں:-

"اے ارجن! جو شخص مجھ کو جس روپ سے بھجتا ہے میں اس کو اسی روپ سے درشن دیتا ہوں اور اسی روپ سے وہ مجھ کو پراپت ہوتا ہے"

سوچو! کرشن کے بھگت ان گنت تھے سب ان کو پیار کرتے تھے۔ مگر سبھوں کے پیار کی نیشٹھا جدا جدا تھی کوئی ان کو بیٹا (بال گوپال) سمجھ کر پوجتا تھا۔ کوئی اپنا بہنوئی سمجھتا تھا۔ کوئی داماد۔ بھائی۔ بھتیجہ اور دوست تصور کرتے ہوئے ان کی محبت کا دم بھرتا تھا۔ دروپدی ان کو اپنا دیور کہتی تھی۔ کنتی انھیں بھتیجہ مانتی تھی۔ اور کرشن ان کو انکے بھاونا کے موافق ملتے تھے۔

جا کی رہی بھاونا جیسی
ہری مورت دیکھی تن تیسی

ادھو ان کا ایک دوست تھا۔ وہ گیانی تھا۔ برج کی عورتیں پڑھی لکھی نہیں تھیں۔ گوپی بنکر اُن کی بھگتی کرتی تھیں۔ کرشن نے گوپیوں سے کہا۔ "میں تم کو یوں ہی پرپت ہوں۔ اور تمہارے دِلوں میں بستا ہوں"۔ اور ادھو کو ہدایت کی۔ "تم اچھی پہاڑ کی گپھا میں رہ کر یوگ کا سادھن کیا کرو۔ پھر کبھی میرے درشن کے مستحق ہو گے"۔

یہ نشٹھائیں ہیں اور ہر نشٹھا جدا جدا ہوتی ہے اور اس کا طریقہ بھی جداگانہ ہے۔

تم نے کس نشٹھا کو اپنے دل میں جگہ دی ہے؟ ادھر میرا روئے سخن صرف ست سنگیوں کی طرف ہے۔ تمام ہم ست سنگیوں کی نشٹھا گورو اور چیلے کی ہے۔ سیدھی سادی زبان میں "گورو" کہتے ہیں۔ معلّم اور اُستاد کو۔ اور "چیلا" کہتے ہیں۔ شاگرد اور طالب علم کو۔ کیا تم نے کبھی کسی ایسے گورو کو دیکھا ہے۔ جو اثبات اور نفی کے پہلو اپنے شاگردوں کی خیالی نگاہ کے سامنے نہ لاتا ہو؟ کیا تم نے کوئی ایسا چیلا دیکھا ہے۔ جو نیک اور بد دونوں پہلوؤں کو ساتھ لئے ہوئے حقیقت کی طرف رجوع ہونا نہ چاہے!

ست سنگ کے بچن میں ہر قسم کے تذکرے آتے رہتے ہیں۔ اور ست سنگیوں کی جماعت میں ہر مزاج

اور ہر طبیعت کے آدمی رہتے ہیں۔ جو اپنی اپنی پرکرتی اور اپنے اپنے سوبھاؤ کے موافق کام کیا کرتے ہیں۔ ہر ایک اپنے طور پر درست ہی ہے۔ اس کی خوبصورتی بس اسی بات میں ہے۔ کہ مختلف خیال کے لوگ آکر اپنی اپنی گتھیاں سلجھائیں دوسرے لفظوں میں وہ چیلا بنکر حقیقت کا علم حاصل کریں۔ یہاں بھی وہی اصول کام کرتا ہے۔ جو میں نے باغ اور گلدستہ وغیرہ کے مثالوں میں تمہیں سمجھایا ہے۔ متضاد طبیعتوں کا یکجا رہنا قدرت میں اس غرض سے ہے۔ کہ تم تمیز کرتے ہوئے برائی سے بچو اور بھلائی کا پہلو اختیار کرتے رہو۔ اگر برائی کا نظارہ تمہارے سامنے نہیں آئے گا۔ تو تم کیسے سوچو گے کہ کیا چیز بری ہے اور کیا چیز بھلی ہے! کیا یہہ کم احسان ہے۔ کہ قدرت نے نیش اور نوش (ڈنک اور شہد) کو ایک ساتھ رکھا ہے۔ ڈنک کی موجودگی اس غرض سے ہے۔ کہ تم اس کی خاصیت کو سمجھکر اپنے آپ کو بچالو اور شہد کی لذت بھی حاصل کرو۔

لقمان سے کسی نے پوچھا کہ "تو نے ادب کس سے سیکھا؟" اس نے جواب دیا "بے ادبوں سے۔ ان کی جو حرکت مجھے بری لگی اس سے بچتا رہا۔ اور اپنے ادب کے پہلو کی اصلاح کرتا رہا"۔ اگر یہ بے ادب نہ ہوتے تو تم بے ادبی کا نظارہ دیکھکر کس طرح ناک منہ سکوڑتے اور ادب کی طرف جاتے؟ یہہ بے ادبوں ہی کا گردم ہے۔ جو تم بے ادبی کے

طبقہ میں ادب کا سبق دیتا ہے۔ کچھ دنوں اس طرح اپنی نظر بنالو۔ طالب علم کی طرح صرف علم کو اپنا مقصد بناؤ۔ بے علمی کی باتوں سے پرہیز رکھو۔ جب دیکھو اپنے مطلب کی چیز کو دیکھو۔ بے مطلب کی چیز کی طرف نگاہ ڈالنا اپنے دل کو خراب اور وقت کو ضائع کرنا ہے۔ اور اگر نگاہ پڑ ہی جاتی ہے تو اُس سے سبق لے کر مطلب کی طرف رجوع کرو۔۔ اس کے بعد ایک زمانہ ایسا آئے گا۔ کہ اس کاٹ چھانٹ کے سلسلہ میں تم چیلے یا طالب علم ہی نہ رہو گے بلکہ ہنس اور پرم ہنس ہو گے۔ گورو اور چیلے کی نیشٹھا کا یہی مقصد ہے۔

دتّاترے چیلے کا نام تھا۔ اس کا گورو اس کی ماں انوسوئیا تھی۔ انوسوئیا نے تعلیم دیتے وقت دتّاترے سے کہا۔ "سچا چیلا بن جا۔ اور ساری دُنیا تجھ کو گورو سے بھری ہوئی پرتیت ہونے لگے گی۔ سچّے چیلے کی تعریف یہ ہے۔ کہ وہ ہر شے سے نصیحت حاصل کرے۔ اور گورو کی ذات کو محیط کُل جوہر تسلیم کرے"۔

یہ چیلا گھر سے نکلا۔ ایک شخص دریا کے کنارے بیٹھا ہوا مچھلی پکڑ رہا تھا۔ دتّاترے نے راستہ پوچھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ باجا بجاتے ہوئے بارات اُدھر سے گذری۔ مچھوا اسے کو خبر تک نہ ہوئی۔ اس کی نگاہ بنسی پر لگی ہوئی تھی۔ جب وہ مچھلی پکڑ چکا۔ دتّاترے سے پوچھا۔ "تم کیا

چاہتے ہو؟" - انھوں نے جواب دیا۔" میں راستہ دریافت کرتا تھا - لیکن تم نے گورو بن کر مجھ کو بہتر تعلیم دی اور وہ راستہ تمہاری مہربانی سے مجھے مل گیا - تم نے اپنے طرز عمل سے میرے ذہن میں بٹھا دیا - کہ دھیان اس طرح پر لگایا جائے - کہ چت کی ورتی کسی طرف جانے نہ پائے - چیلے کی نگاہ اس قسم کی ہو" یہ آگے بڑھے ایک چیل کے پنجے میں گوشت کا لوتھڑا تھا - بیشمار پرند اور کوّے اس پر جھپٹتے تھے - اور اُسے زخمی کرتے تھے - چیل نے لوتھڑے کو پھینک دیا - لڑنے والے اس کی طرف چلے گئے اور یہ شانتی کے ساتھ ایک درخت پہ بیٹھ رہی - دتاترے نے اس کو نمسکار کیا - " اے چیل! تو بھی گورو کے برابر ہے - اسی طرح سنت جھگڑے کی چیزوں کو چھوڑ کر ایکانت اور شانتی کی زندگی بسر کرتے ہیں" آگے بڑھے - ایک لڑکی دھان کوٹ رہی تھی - ایک جگہ بھوجی کی لڑکی دھان کوٹ رہی تھی - اس کی کلائی میں دو چوڑیاں پڑی ہوئی تھیں - جو موسل چلاتے وقت کھنکھناتی تھیں - اُسے ناگوار گذرا - آخر گھبرا کر اُس نے ایک چوڑی نکال دی - اب دھان کوٹتے وقت چوڑیوں کے بجنے کا شور نہیں ہوا - دتاترے نے اسے بھی نمسکار کیا " مائی! تو نے اس وقت میرے ساتھ گورو کا سلوک کیا ہے - جہاں دو رہتے ہیں وہاں ہمیشہ کھٹ پٹ مچی رہتی ہے - ایکانت اور اکیلا ہو جانے سے جھگڑے

خود بخود ہٹ جاتے ہیں"

اس طرح یہہ شخص جہاں جہاں جاتا تھا۔ چیلے کی نظر سے گورو کے اپدیش کو ہر چیز سے لیا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس نے چوبیس گورو کئے تھے۔ یہہ غلط ہے۔ گورو تو ایک ہی تھا۔ اور وہ اس کی ماتا انسو ئیا تھی۔ گورو کی نیشٹھا کے مضبوط کر لینے سے سارا جگت اُسے گورو مئے پرتیت ہونے لگ گیا تھا۔ اور جدھر اس کی نگاہ پڑتی تھی۔ اُسی طرف اس کا بتانے والا گورو اسی صورت میں ظاہر ہو کر اس کی ہدایت کر دیا کرتا تھا۔

چیلا گورو کی نیشٹھا کو مضبوطی کے ساتھ استحکام دیتا گیا۔ اور پھر خود گورو ہو گیا۔ اس زمانہ میں کوئی چیلا دتاتر ے نہیں کہتا۔ بلکہ سبھی لوگ گورو دتاترے کہتے ہیں"

میرے کہنے کا مطلب اس موقع پر صرف اتنا ہے۔ کہ اگر کوئی ست سنگی اپنے آپ کو چیلا سمجھتا ہے اور اس نے گورو کو دھارن کیا ہے۔ تو اپنی نگاہ مرشد پسند بنالے اور قدرت کے تمام ساز و سامان سے حقیقت کا علم حاصل کرے۔ اُسے کسی کو برا بھلا کہنے کی ضرورت نہیں ہے اپنے مطلب سے مطلب رکھے۔ اپنی نشٹھا سے کام رکھے ہاں! اگر گورو کے سوا اس کی نیشٹھا کچھ اور ہے۔ تو پھر مجھے کہنے سننے کی ضرورت نہیں ہے"

پلیمنڈ حیدر آباد دکن ۔ ۱۶ / مارچ ۱۹۱۳ء

شاہراہ کامیابی

نمبر ۳

(سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ ست سنگت ماہ جون ۱۹۳۱ء)

آج سکھی کاج کر کچھ اپنا
گورو درشن تک چھوڑ جگ سپنا

(رادھاسوامی سار بچن نظم بچن ۱۸ شبد نمبر ۸ صفحہ ۱۳۱)

ترجمہ:- اے میری روح! آج تو اپنا کچھ کام کر! اور کام یہ ہے۔ کہ گورو کی آنکھ کو دیکھ اور دنیا کے خواب کو ترک کر دے۔

تشریح:- جو لوگ کامیابی چاہتے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ ناکامیابی کے خیال سے اپنے آپ کو بچا رکھیں۔ جن کو زندگی لافانیت یا امرپد کا خیال ہے۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ موت کے خوف کو دل سے نکال دیں۔ جو لوگ مکتی یا آزادی کے خواہشمند ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ ہونا چاہئے۔ کہ ہر قسم کی غلامی کی زنجیریں توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ تب وہ کامیاب ہوں گے۔ لافانی ٹھہریں گے۔ اور مکت ہو جائیں گے

کامیابی کی یہ تین صورتیں ہیں۔ اور ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ کام ابھی کیا جائے۔ طوالت کہالت تغافل یا التوا میں نہ ڈالا جائے۔ اور اس کے لئے صرف دو باتیں لازمی ہیں۔ ایک تو یہ کہ گورو کی آنکھ کو دیکھو اور دوسرے یہ کہ اس دنیا کے خواب کا دیکھنا بند کر دو۔ دنیا کے خواب کی طرف سے آنکھ میچ لو گے۔ تب ہی تم گورو کی آنکھ کو دیکھ سکو گے۔ اور اگر دنیا کے خواب میں غلطاں اور پیچاں رہتے ہو۔ تو پھر گورو کی آنکھ کا دیکھنا تمہارے لئے غیر ممکن ہوگا۔

لوگ کہتے ہیں "یاد رکھنا! میں نے فلاں شخص کی آنکھیں دیکھی ہیں" یہ ہندوستانیوں کا محاورہ ہے۔ کہ آنکھ دیکھنا۔ آنکھ دکھانا کچھ معنے رکھتا ہے۔ آنکھ دکھانے کے معنے ہیں۔ ڈرانے اور دھمکانے کے اور آنکھ دیکھنے کے معنے ہیں ہشیار ہونے۔ سنبھلنے اور متنبہ ہونے کے۔ گورو کی آنکھ دیکھنے کا مطلب سنبھل جانے سے ہے۔

تم دیکھتے ہو چورستہ میں ایک کتا پڑا رہتا ہے۔ تم اُدھر سے گذرتے ہو۔ تمہارے پاؤں کی آہٹ پا کر کتا اپنی آنکھیں کھول دیتا ہے۔ اور تمہاری آنکھ غور سے دیکھ کر اپنے لئے خاص قسم کا نتیجہ نکالتا ہے۔ اگر تمہاری آنکھوں سے اُسے دھمکا پیدا ہوتا ہے۔ تو یا تو دُم دبا کر بھاگ جاتا ہے

یا تم کو دیکھ کر بھونکنے لگتا ہے - خواہ تمہارے کاٹنے کی فکر میں لگ جاتا ہے - اور اگر کھٹکا نہیں ہوتا تو چپ چاپ آنکھ بند کر کے اپنی سابقہ حالت میں چلا جاتا ہے۔

دنیادار دنیا کی طرف سے جاگے ہوئے - لیکن اصلیت کی طرف سے سوئے ہوئے ہیں۔ اس لئے جس نے سچے اور صحیح معنے میں گورو کی آنکھیں دیکھیں وہ دنیا کی طرف سے سو گیا اور اصلیت کی طرف سے جاگ اٹھا - گورو کی آنکھوں سے اُس نے اپنے لئے معلوم نہیں - کتنے مفید سبق سیکھ لئے۔

کہا گیا ہے :-

"یک نظر فرما کہ مستغنی شوم زابنائے جنس"

ترجمہ اس کا یہ ہے :- "ایسی نظر کریں اپنے بھائی بندوں کی طرف سے بے پرواہ ہو جاؤں" اس مصرع میں گورو کی آنکھ تکنے کا مضمون چھپا ہوا ہے۔

ایک شعر اور بھی ہے :-

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

ترجمہ :- آہا! جن کے نظر کرنے سے مٹی سونا ہو جاتی ہے - وہ کون سا دن ہوگا - کہ اُن کی ایک نظر ہم پر پڑ جائے گی - اس میں بھی وہی مراد شامل ہے۔

سکھ دیویں دُکھ کو ہریں دُور کریں اپرادھ
کہہ کبیر وہ کب مِلیں پرم سنیہی سادھ

سچی کامیابی۔ یقینی کامیابی اور شرطیہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے یہہ دو باتیں لازمی ہیں۔ گورو کی آنکھ سے تکنا اور دنیا کے خواب کی طرف سے آنکھ کا میچنا۔ جسے کام کرنا ہو وہ آج ہی اپنا کام کرے۔ جو شخص آج کے کام کو کل پر ٹالتا ہے۔ وہ نہایت درجہ کا ناعاقبت اندیش اور بھولا ہوا آدمی ہے۔ لوگ میرے پاس آتے ہیں۔ سوال کرتے ہیں۔ "آپ کا آواگون پر یقین ہے یا نہیں ہے؟" اور مجھے ان سادہ لوحوں کی سادہ لوحی اور سادہ مزاجی پر ہنسی آجاتی ہے۔ اجی! میرا وشواس آواگون پر ہوا یا نہیں ہوا۔ اس سے غرض کیا ہے! میں تو صرف اس قسم کی تعلیم کا قائل ہوں۔ جس سے ابھی جنم میں ابھی اور اگر ممکن ہو تو آج ہی تمہارا کام بن جائے۔ آواگون کا مسئلہ ایک دلچسپی کا مضمون ہے۔ جس پر ودیا۔ پڑھنے کے اس ڈھونڈنے والے لٹو رہتے ہیں۔ میں اس قسم کے سوالوں کا جواب ہر ہے دیتا ہوں لیکن ان سے بچنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس جو لوگ آئیں وہ صرف اس غرض سے آئیں کہ اپنا کام جلد بنائیں۔ اگر ان کی یہہ نیت ہے۔ تب تو میں ان سے بہت خوش ہو جاتا ہوں۔ اور جہاں تک ہو سکتا ہے۔ اُن کے سمجھانے بجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اور اگر

وہ عقلی دلیل بازیوں کی دلچسپیوں میں اپنا وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں تو بھائی صاحب! اچھی بات تو یہہ ہے۔ کہ مجھے ایسی دلچسپی سے دلچسپی نہیں رہی۔ جو کام ہو مطلب کا ہو۔ پڑھو مطلب کے لئے۔ لکھو مطلب کے لئے۔ نوکری کرو مطلب کے لئے بولو مطلب کے لیے سنو مطلب کے لئے اور جس سے تمہارا مطلب نہیں نکلتا۔ اس کے پیچھے کیوں پڑتے ہو؟ میں اس خیال کا آدمی ہوں۔ اور گورو کی کرپا سے اس خیال کے گرہ باندھنے کی وجہ سے میری تمام گتھیوں کی گرہ سلجھ گئی ہے۔ الجھن ہٹ گئی۔ کپاٹ کھل گیا۔ اور کوئی چاہے مانے یا نہ مانے اور چاہے کوئی بھلے ہی اس کو غرور کہہ لے لیکن میں اصلیت کو روز روشن کی طرح دیکھ رہا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ جو لوگ مجھ سے ملیں وہ اسی خیال سے ملیں کہ وہ بھی اپنی گتھی سلجھا لیں۔

وہ ابھی ممکن ہے۔ پھر اس کا امکان ہے یا نہیں اس پر میں ابھی زبان نہیں کھولنا چاہتا۔

جو وقت گذر گیا۔ وہ گذر گیا۔ وہ ہاتھ سے نکل گیا۔ جو وقت آنیوالا ہے۔ وہ تاریکی میں ہے۔ خبر نہیں وہ ہمارے لئے مفید ہوگا۔ یا مضر ہوگا۔ موجودہ وقت ہمارے ہاتھ میں ہے اگر اس سے کچھ فائدہ حاصل کرنا ہے۔ تو کر لو اور اگر یہہ خیال نہیں ہے۔ تو بگولے کی طرح دنیا میں ڈانواڈول پھرتے رہو۔ اور دنیا کے خواب کے تماشوں میں حیرانی اور سرگردانی کے صدمے اٹھایا کرو۔

ست پرش رادھا سوامی دیال نے ایک موقع پر فرمایا ہے:-

"جو کرنا ہو اب ہی کرنا
آگے کا شبھ روسا رکھنا"

اور یہہ گورو کا اپدیش ہے۔ جو ان کی آنکھ سے نکلنے سے فوراً اور اسی وقت ذہن نشین ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ ہماری آنکھیں کم از کم اتنی سمجھ دار ہو جائیں۔ جتنی چوستے ہیں پڑے کتوں کی ہوتی ہیں؟

ہم جانتے ہیں۔ تیرتھ کرنے اور مرنے کے بعد ہم کو اس کا پھل ملے گا؟ ہم اس وقت پوجا پاٹھ کرتے ہیں۔ سندھیا اور ترپن سے ہمارا تعلق ہے۔ اور جب مرینگے تب مکتی کے حقدار ہونگے۔ جن لوگوں کا ایسا خیال ہے۔ ہیں ان کا ہم خیال نہیں ہوں اور نہ ایسے لوگوں کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہوں ہیں تو اس خیال کا آدمی ہوں کہ اگر ایشور کوئی چیز ہے۔ تو مجھے اس کا درشن ابھی مل جائے اور میں کھلی آنکھ سے اس کو دیکھ لوں۔ یہہ ضرور ہے۔ کہ بعض بعض مسائل وقت چاہتے ہیں۔ لیکن اس کے معنے یہہ نہیں ہیں۔ کہ انھیں دوسرے تیسرے چوتھے۔ خواہ پانچویں جنم پر ملتوی کیا جائے! جب ہم پڑھنے لکھنے نوکری کرتے ہیں اور اسی جنم میں ہم کو اس کا پھل ملجاتا ہے۔ تو پھر پرمارتھ کا پھل ہم کو کیوں نہیں اسی جنم میں مل سکتا!

جا کو درشن اِت ہیں تا کو درشن اُت
جا کو درشن اِت نہیں تا کو اِت نہ اُت

یہہ تو اچھی بات ہوئی - ساری زندگی مزدوری کرو - اور اِس یقین کو پختہ کرتے چلو کہ جب مریں گے تب مزدوری ملے گی - جنہیں یہہ خیال پسند ہو اُن ہی کے لئے مبارک ہو! اسی واسطے ست پرش رادھا سوامی نے اس طرح اپنے کلام میں فرمایا ہے :-

آج سمجھ کا کاج کر کچھ اپنا
گورو درس سنگ جھوٹ جگ سپنا

دُنیا کا خواب کیا ہوتا ہے ؟ اور ہم خواب کسے کہتے ہیں؟ خواب اور خیال کو لوگ مترادف ہم معنے اور ایک ہی مراد کی چیز سمجھتے ہیں - میں کہتا ہوں - تمہارے دلی آنکھوں کے سامنے جو معراج ہے وہ صحیح باقی سب وہم اور خیال ہے - میری صلاح یہہ ہے کہ تم دنیا کے تمام معاملات کو وہم اور خیال سمجھ کر صرف اسی ایک بات کے ہو رہو جسے تم اصلی مطلب کا سمجھ رہے ہو - پھر دیکھیں تم کو کامیابی کیسے نہیں حاصل ہوتی ہے!

ایک سر ہزار سودا کا خیال مہلک اور جان لینے والا ہوتا ہے - ایک سر میں صرف ایک ہی سودا ہونا چاہئے - میں یہہ بھی کروں گا میں وہ بھی کروں گا - میں دنیا بھی بناؤں گا - میں دین بھی بناؤں گا - یہہ سب شیخ چلّی کی باتیں ہیں بنانے

کی چیز صرف ایک ہوا کرتی ہے۔ اُسے چاہو نام دے لو کسی کو اس بات کی بھی تو سمجھ نہیں ہے۔ کہ دُنیا چیز کیا ہوا کرتی ہے؟ وہ عورت بال بچے دھن دولت اور برادری کے تعلقات کو دنیا مان رہے ہیں۔ نادانو! یہ دُنیا نہیں ہے۔ دنیا نام نفیت یا نفی قسم کے خیالات کا ہے۔ نفی کے خیالات کا ہے۔ نفی کے خیالات کو دل سے محو کر دو۔ اثبات کے خیالات کو دل میں جگہ دے دو۔ اور تمہارا کام بن گیا۔ تم سے کس نادان نے یہ کہا۔ کہ بال بچے وغیرہ دُنیا ہیں۔ یہ حمق اور نادانی ہے۔ پرلے سرے کا مورکھ پن ہے۔ دیکھو! میں تم کو بتا رہا ہوں۔ کہ اصلیت کیا ہے۔ اور دنیا کیا ہے۔ صاف لفظوں میں اصلیت اثبات ہے۔ اور نفیت دنیا ہے۔

چیست دُنیا از خدا غافل بدن
نے قماش نقرہ و فرزند و زن

ترجمہ:- دُنیا صرف خدا سے غافل رہنے کا نام ہے سونا چاندی بال بچے اور روپیہ وغیرہ کو دنیا نہیں کہتے۔ دیکھا! یہ ہوتی کس چیز کو دُنیا بتا رہا ہے۔ خدا کی طرف سے غفلت کو دُنیا ہے۔ اب یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ خدا کیا چیز ہے؟

خدا کہتے ہیں۔ اثبات۔ ہے پن۔ حقیقت حق ہستی اور آستی کو۔ میں نے ایک ساتھ خدا کے لئے اتنے

الفاظ استعمال کر دیئے۔ اگر اس پر بھی تمہاری سمجھ میں بات نہ آئے۔ تو میں کیا کروں۔ یا اور کوئی کیا کرے!

خدا کیا ہے؟ ہستی ہے۔ تم کیا ہو؟ ہستی ہے ہستی کیا ہے؟ ہستی ہے اور جب ہستی ہے۔ تو پھر تو کوئی شخص نہیں کہتا کہ میں نہیں ہوں۔ میری ہستی نہیں ہے۔ جب وہ ہے تو پھر نہیں کیسے ہوگا! اور وہ ناکامیاب کیسے ہوگا! "ہے پنے" کا نام "کامیابی" ہے۔ اور "نہیں پنے کا نام ناکامیابی" ہے۔ جو آستک ہے وہ ہر پہلو سے اور ہر طرح سے کامیاب ہے۔ ہاں! جو ناستک ہے اُسے تو ناکامیاب ہونا ہی چاہیئے۔ جب وہ ہستی نہیں رکھتا بلکہ نیستی رکھتا ہے تو وہ کامیاب کیسے ہوگا! حالانکہ یہ ناستک کا لفظ غلط ہے دنیا میں ایک بھی ناستک نہیں ہے۔ ناستک بنا بھول اور مغالطہ کی بات ہے۔ اسی کا نام اگیان ہے۔

ست پرش رادھاسوامی دیال کے الفاظ روز روشن کی طرح صاف ہیں۔ اور وہ زوردار پیرایہ میں یہ من سمجھوتی کرا رہے ہیں:- "اے میری سُرت! دنیا یعنی نفی کے خیالات کو دل سے نکال دے اور گورو کی آنکھ کو دیکھ اور تاک۔ وہ اثبات ہے۔ اور حقیقت ہے"

رادھاسوامی دھام ۱۱ فروری سنہ ۱۹۳۱ء

۱۔ حیرت

سخت حیرانی ہے کوئی کیا کہے تو شے ہے کیا
تجھ سے ہیں عقل ہے عنقا نہیں یہ وسوسا

مجمع الاوصاف ہے مستغنی الاوصاف ہے
عالم و عاقل نہیں کر سکتے قطعی فیصلا

ہے نظر میں اور نظر سے دور رہتا ہے مدام
سب میں ہے سب کا ہے لیکن کون بتاتا ہے پتا

ذات ہے حق ہے حقیقت اور سب کا اصل ہے
خود ہے خود ہی آیا ہے اس واسطے تو ہے خدا

ہے خودی اصل خدائی۔ دل میں ذرا لیکن غور کر
اس خودی کی تہ میں بیٹھا ہے خدائی برملا

۲۔ سوال و جواب

ا۔ ایشور اور جیو

بابو نند لال سنگھ صاحب کورٹ انسپکٹر ضلع بھدوہی تشریف لائے۔ تیسرے پہر کا وقت تھا آپ نے یہ چوپائی پڑھی۔

"ایشور انش جیو ابناشی
چیتن امل سہج سکھ راشی"

سوال کیا۔ ایشور کیا ہے؟ جیو کیا ہے؟ جیو کس طرح سے ایشور کا انش ہے؟ ایشور کی نسبت کہا جاتا ہے۔ کہ وہ چیتن ہے۔ امل یعنی شدھ اور پورن ہے۔ اس میں کسی پرکار کا مل نہیں ہے۔ اور سوکھ اور دکھ رہتی سے وہ سکھ کا راشی ہے۔ ارتھات آنند اور سکھ کا کھنڈ اہے۔"

"اگر ایشور ایسا ہے اور جیو اس کا انش بتایا جاتا ہے۔ تو جیو میں بھی چیتن پنا پورن تا۔ اور سوکھ اور دکھ رہتی سے اسے سکھ راسی ہونا چاہیے۔ لیکن ایسا دیکھا نہیں جاتا۔ اس سنسار میں جیو دکھی ہیں۔ اور چاروں اور دکھ سے گھرے ہوئے ہیں۔ ایسی اوستھا میں کیسے کوئی اس بات کو مان لے کہ جیو ایشور کا انش ہے۔ اور اس میں ایشور کے سارے گن ہیں؟

مہرشی شیوبرت لال جی مہاراج نے جواب دیا۔ "ہر بات کا سمے ہوتا ہے۔ آپ دھوپ میں تپے ہوئے آرہے ہیں۔ میرا بھی چت دوسری اور ہے۔ پھر ان پرشنوں کا اتر کیسے دیا جائے! وشے گوڑھ ہے اور گپت رہسیہ کے ساتھ ہے۔ اس کا نرنے یا اس کی دیا کھیا کیول ست سنگ میں ہو سکتی ہے۔"

اور ساتھ ہی یہ بھی کہا۔

"لیے گرد مار رنگ بیں موہی کون بھانت سمجھاؤں توہی
کچھ جگ بِنا کیجے ست سنگا تاتے ہوں بھرم سب بھنگا"

ست سنگ میں یہ سب رہسیہ کھلتے ہیں اور کھوئے

جاتے ہیں - آپ آج دھام میں ٹھہر جائیے - اور میں سائنکال کے ست سنگ میں ان پرشنوں کا اُتر اپنی سمجھ بوجھ کے انوسار دوں گا۔"

وہ ٹھہر گئے - ست سنگ میں آئے - اور اُن کو اس پرکار اُتر دیا گیا۔

"بہت کم لوگ ایشور کی سمجھ رکھتے ہیں - اور اُن کے ہردے میں ایشور کی سمجھ انیک پرکار کی ہے۔"

"ایشور وہ ہے - جس کے وش میں بھوت مایا رہتی ہے اور جیو وہ ہے جو مایا کے وش میں بھوت رہتا ہے ایشور اور جیو میں اتنا بھید ہے۔"

"پرنتو یہ پرشن کیا جا سکتا ہے - کہ جب ایشور مایا دھیش ہے - تو جیو کیوں مایا کے آدھین ہوتا ہے؟ جب ایشور سچدانند ہے تو جیوؤں میں کیوں ست چت اور آنند کی نیونتا (کمی) پرتیت ہوتی ہے؟"

"ایشور اگر شدھ ہے تو جیو میں بھی شدھتا ہونی چاہیے وغیرہ وغیرہ۔"

یہ سب پرشن اُس جیو کی درشٹی سے کئے جاتے ہیں - کہ جس کو نہ ایشور کے سروپ کا گیان ہے نہ اپنے سروپ کی سمجھ ہے۔"

"اس میں سندیہ نہیں ہے - کہ جیو ایشور کا انش ہے

ایشور اور جیو میں انشا انشی بھاؤ ہے - پرنتو کس پرکار ہے؟"

"ایشور کی سمانتا سمندر یا سورج کی طرح ہے - جیسے سمندر بوندوں کا سموہ ہے - اور سارے بوند اس میں سمٹے رہتے ہیں - ویسے ہی جیو بھی ایشور میں رہتے ہیں - ایشور میں وچرتے ہیں - ایشور میں جیتے ہیں - اور ایشور ہی میں چھپتے ہیں"

"جیسے سورج اور سورج کی کرنوں میں کوئی بھید نہیں ہے - سورج کرنوں کا سموہ ہے اتئو کرنوں کا بھنڈار ہے کرنیں بھی سورج ہیں پرنتو پرتھک ہو کر نہیں رہ سکتیں - جو گن سورج کا ہے وہی گن کرنوں کا بھی ہے"

"بلکہ اس پرکار جیو اور ایشور کا انشا انشی بھاؤ مانا گیا ہے - تو اس کے سمجھنے میں کٹھنائی نہیں ہوگی - اور یدی ایسا نہیں مانا گیا - تو سمجھنے میں بڑی کٹھنائی ہوگی"

"یہ سچائی ہے اور سچی بات ہے جسے سادھارن بدھی کا آدمی بھی تھوڑا وچار کر کے سمجھ سکتا ہے"

"ایشور اناشی ہے - جیو جیتے مرتے دکھائی دیتا ہے - پھر جینا مرنا آتما کی اوستھا نہیں ہے یہ کیول پہکی ورتن ماتر ہے"

"ایشور مرے تو جیو بھی مرے - ایشور امر اور اجر ہے اس لئے جیو بھی اجر اور امر ہے"

جس منشیہ کو یہ بھرم ہو کہ میں مر جاؤں گا - اس سے کہو

کہ تم اپنے شریر پر وچار کرو۔ ہر ایک تتو کا وچار الگ رہے گا اور اس کے پیچھے پیچھے جیو ٹھہرا رہے گا۔ اس سے سپشٹ ریتی سے گیات ہوتا ہے۔ کہ جیو کے اندر مرنے کا بھاؤ نہیں ہے۔"

"تم کہو گے کہ بہت سے منشیہ آتم گھات کرتے ہیں۔ کیا یہہ آتم گھات مرنا نہیں ہے؟ اس کا اتر یہہ ہے۔ کہ آتم گھات اشدھ شبد ہے۔ یہ اوشیہ ہوتا ہے کہ منشیہ پھانسی لگاتا ہے۔ پانی میں ڈوب مرتا ہے۔ وش کھا لیتا ہے۔ اور شریر چھوڑ جاتا ہے۔ یہاں تک تو سچی بات ہے۔ کنتو یہہ آتم گھات ارتھات وش کھا لینا پھانسی لگا لینا یا اور کسی پرکار سے اس شریر کا پریتاگ کرنا آتما کا نرنین نہیں ہے۔ اور نہ آتما کے ناش کرنے کے لئے ہے۔ ایسے لوگوں کا ابھپرائے یہ ہوتا ہے۔ کہ ورتمان دکھدائی وشائے مکت ہو جائے۔ اس لئے یہہ سب جتن کئے جاتے ہیں۔"

"یودھشٹر سے یکش نے پرشن کیا کہ سب سے آشچریہ کی بات اس جگت میں کیا ہے؟"

"دھرم راج نے یہ اتر دیا۔ اے یکش! سنسار میں سب سے وچتر بات یہہ ہے کہ منشیہ سب کو مرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ کنتو اس کو اپنے من میں مرتو کا بھاؤ اتپن نہیں ہوتا۔ وہ بھول کر بھی اپنے ہردے کے اندر اس

بھاؤ کو جگہ نہیں دیتا کہ میں کبھی مرنے والا ہوں۔"
"یہہ پرتکش پرمان ہے کہ جیو اجر امر اور ناشی ہے۔"

"کہا جائے گا۔ جیو الپگیہ ہے۔ اور ایشور سرو گیہ ہے۔"

"اس بات میں تو دونوں کے بیچ میں بھید پڑ گیا اور استا انشی بھاؤ جاتا رہا؟"

"اس کا اتر یہہ ہے کہ یہ بات اور بکی اور وچار ہین پرش کرتے ہیں۔ جو بات بنا وچار سے ہوئے کی جاتی ہے۔ اس کا سر اور پیر نہیں ہوتا۔ اگیانی اور بھرمے ہوئے پرش کی بدھی ٹھکانے نہیں رہتی۔ وہ جو کچھ کہتے سنتے ہیں۔ سب بے تکی الاپ ہوتی ہے۔ سمندر کی کونسی بوند ہے جو سمندر سے باہر ہے؟ کیا ایک ایک بوند کے پیچھے سمندر کی ساری شکتی نہیں رہتی؟ اور کیا یہہ بوند کبھی سمندر سے الگ کیا گیا یا کیا جا سکتا ہے؟ ایسا ہو نہیں سکتا۔"

"اس کے اترکت تم اس بات کو آپ بچار کر دیکھو کہ تم سروگیتا اور الپگیتا کے دونوں کی سمجھ رکھتے ہو یا نہیں؟ یدی دونوں باتوں کی سمجھ رکھتے ہو۔ تو اس سے سدھ ہوتا ہے۔ کہ تم سروگیہ اور الپگیہ دونوں ہو اور سرو گیتا اور الپگیتا ان دونوں سے بھی اونچے ہو۔ تمہارا انت انتادشال ہے"

جس میں سروگیتا اور الپگیتا دونوں جگہ پاتے ہیں۔ اور جب دونوں جگہ پاتے ہیں۔ تو سمجھ لو کہ تمہاری اوستھا ان دونوں سے اونچی ہے!"

"چھپا ہے من کچھ الپ پتا کون پا سکے
یہ من ہے وہ کہ ایش بھی جس میں سما سکے"

"جس من کے اندر دھیان کرنے سے ایشور آپ آ کر کے سما جاتا ہے۔ اس کی وشالتا اور پھیلاؤ کا کیا ٹھکانا ہے۔"

یہاں تو آ کر یہی کہنا پڑتا ہے کہ "جیو برہم ہے" بھید کم"

جو جیو ہے وہی برہم ہے اور جو برہم ہے وہی جیو ہے۔ ان میں کوئی بھید نہیں ہے۔"

"جیو میں ایشور سمایا ہوا ہے اور ایشور میں جیو سمایا ہوا ہے ان میں بھید کیسا؟ جیسے کوئی منشیہ کہے کہ پانی سمندر میں ہے اور سمندر میں پانی سمایا ہوا ہے۔ تو کیا پانی اور سمندر ایک نہیں کہے جا سکتے۔"

"بوند سمانا سندھ میں یہ جانے سب کوئے
سندھ سمانا بوند میں برلا جانے کوئے"

"سروگیتا اور الپگیتا کے رشتے میں اتنے ہی کتھن کی اوشیکتا ہے۔ اس سے ادھک کہنے میں۔ سار کہتے ہی چلا جاتا ہے۔"

"تم پرشن کرو گے۔ کہ ہم جیو کو اس کے شریر کی درشٹی سے چھوٹا دیکھتے ہیں۔ اور ایشور کو ایشوری شریر کی درشٹی سے بڑا

پرتیت کرتے ہیں؟"

"یہہ سچ ہے۔ کنتو اس بات کو وچارو کہ اس چھوٹائی اور بڑائی کا انومان کہاں رہتا ہے۔ یدی یہہ دونوں بھاونا ئیں تمہارے ہردے میں جگہ پاتی ہیں۔ تو پھر وہی بات الٹ پھیر کر کہنی پڑتی ہے۔ کہ تمہاری اوستھا چھوٹائی اور بڑائی دونوں سے اونچی ہے۔ یہہ تو بھاؤ ہیں جو تمہارے من کے سمندر میں چھوٹی اور بڑی لہروں کی طرح لہراتے رہتے ہیں۔

"کبھوں من گگنا چڑھے کبھوں گرے پتال
کبھوں من انمن لگے کبھوں جا سی چال
جیسی لہر سمندر کی تیسی من کی بھائے
سہجے ہیرا بیچے جو من بس میں آئے
دوڑت دوڑت دوڑیا جہاں لگ من کی دوڑ
دوڑ تھکے من تھر بھیا وستو ٹھور کی ٹھور"

"پھر تم اس بات کو وچارو کہ تم سروویاپک ہو یا اتھوا سرو ویاپک نہیں ہو؟"

"کون سا پدارتھ سنسار میں ایسا ہے کہ جس کے وشے میں تم چھوٹائی اور بڑائی کی پری بھاشا کو کام میں لاتے ہو! تھوڑی دیر کے لئے اپنی اوستھا پر وچار کرو۔ اس برہمانڈ میں جتنی شکتیاں ہیں۔ سب منشیہ کے اندر رہتی ہیں۔ کسی کسی میں یہہ شکتیاں دبی ہوئی پڑی رہتی ہیں۔ کسی کسی

ہیں یہہ شکتیاں ابھری ہوئی ہوتی ہیں۔ جس کی ابھر پڑتی
ہیں وہ بڑا بنتا ہے اور جس کی دبی دبائی پڑی رہتی
ہیں وہ چھوٹا بنا رہتا ہے۔ یہہ تم دن بہ دن دیکھتے ہو
کہ چھوٹے آدمی بڑے اور بڑے چھوٹے بن جاتے ہیں۔

ایک واقعہ سناتا ہوں۔ غور کے ساتھ سنو۔ دلی میں
کسی مسافر کو راہ میں اشرفیوں کا توڑا مل گیا۔ اشرفیاں بہت
تھیں۔ وہ اٹھا کر کوتوالی میں لایا۔ اور کوتوال شہر کو سونپ
دیا۔ دوسرے دن کوتوال اسے توڑے کے ساتھ مجسٹریٹ
کی کچہری میں لے گیا۔ مجسٹریٹ نے اس کا بہت بڑا
سنمان کر کے کہا "یہہ تو بڑا ہی سچا اور ایماندار آدمی ہے۔"
کھوج کی گئی۔ جس کا توڑا راہ میں گر گیا تھا۔ وہ آیا مجسٹریٹ
نے وہ اسے دینا چاہا۔ اس توڑے والے نے پرارتھنا کی
کہ اس میں سے پندرہ سو کی اشرفیاں اس منشیہ کو انعام
دے دی جائیں "وہ منشیہ بولا" میں اس میں سے ایک
پیسہ بھی لینا نہیں چاہتا۔ کیونکہ یہہ پرایا مال ہے۔ اور اس پر
میرا کوئی بھی ادھکار نہیں ہے" بات آئی اور چلی گئی تیسرے
ہی دن وہی منشیہ ایک پانچ سات آنے کی لٹیا کی چوری میں
پکڑا گیا۔ کوتوال نے لوگوں کو سمجھایا کہ یہہ کبھی چور نہیں ہو سکتا
جس نے اشرفیوں کے توڑے کی لالچ نہیں کی وہ پانچ سات
آنے کی لٹیا کب چرانے لگا" جب اس سے پوچھا گیا کہ
تو نے چوری کی ہے؟ تو اس نے سویکار کیا۔ ہاں! میں نے

چوری کی ہے۔ کوتوال نے اس کا چالان کر دیا۔ مقدمہ
اسی مجسٹریٹ کے اجلاس میں پیش ہوا۔ مجسٹریٹ نے
پوچھا "کیا تو نے چوری کی ہے؟" اس نے چوری قبول
کی۔ مجسٹریٹ نے کہا "آج تیسرا دن ہے کہ تو نے
اشرفیوں کے توڑے چرانے سے اپنے آپ کو بچا رکھا
اور انعام تک لینے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر تھوڑے سے دام
کی اشیا تو نے کیسے چرا لی؟" اس نے کہا۔ "اس پرش کا اثر
میرے پاس نہیں اس سے میری اوستھا اور تھی۔ اس لئے
اور اب ہے۔ میں نے چوری کی۔ جھوٹ نہیں بولتا۔ آپ مجھے
دنڈ دے سکتے ہیں" مجسٹریٹ نے کچھ سوچ وچار کر اسے
ایک گھنٹہ کے لئے حوالات میں رکھا۔ اور پھر اثر جانے پر اسے
چھوڑ دیا گیا۔"

اب سوچو کہ جو شخص کسی سمے اتنے اونچے بھاؤ کا تھا۔
اس میں اتنا نیچا بھاؤ کیسے آ گیا۔ اس کا کارن یہ ہے کہ
اونچے اور نیچے بھاؤ سارے منشیوں کے ہردے میں
رہتے ہیں۔ جب وہ سچائی کی اور جاتا ہے اور اپنے
کرموں کے ابھیاس میں لگ رہتا ہے۔ تب اچھا بنا رہتا
ہے اور جب وہ نیچے بھاؤ کو بڑھانے لگتا ہے تو بہت
برا بن جاتا ہے۔ جب تک جیو اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا
ہے تب تک وہ چھوٹا ہے۔ اور جب وہ ایشور کی اِچھا
جانتا اور بڑائی کی اور دھیان دیتا ہے۔ تب وہ بڑا بن جاتا

ہے"۔

"چانت تمہیں تم ہی ہو جاؤ"

وچار کرو۔ تب سادھن ابھیاس سے ان باتوں کو سمجھ جاؤ گے۔ ابھیاس کرو۔ برائیوں کو چھوڑ کر بھلائی کی راہ پر چلو اور جب پورن ابھیاس سے بھلے ہو جاؤ گے۔ برائی اور بھلائی دونوں چھوٹ جائیں گی۔ اس سمے تمہاری اوستھا دھیر ہو جائے گی۔ جو کہنے سننے میں نہیں آ سکتی۔ پاپ کرتے ہو تو پاپی۔ پن کرتے ہو تو پن آتما کہلاؤ گے۔ پاپ سے بچ کر پن کی کمائی میں لگ جاؤ۔ پاپ کو دباؤ۔ پن آتما ہو جاؤ۔ اور پھر پاپ اور پن دونوں کا وچار چھوڑو سم درشٹی بن جاؤ۔ اس سمے نہ تم کو پاپ لگے گا۔ نہ پن لگے گا"۔

"ایک بات اور بھی سمجھو۔ تھوڑی دیر کے لئے مان لو کہ تم پولیس افسر ہو تمہارا سمبندھ چور اور ڈاکوؤں سے ہے۔ تمہارا سمبندھ بھلے مانسوں کے ساتھ ہے تمہارا میل ملاپ چھوٹے بڑے سب آدمیوں کے ساتھ ہے۔ کپڑے لیتے ہو۔ بزاز کے ساتھ تمہارا سمبندھ ہو گیا۔ کھانا کھاتے ہو۔ کسانوں کے اُپجائے ہوئے اناج اور کسانوں کے ساتھ تمہارا سمبندھ ہو گیا۔ سورج کے پرکاش میں تم کام کرتے ہو۔ تمہارا سورج کے ساتھ سمبندھ ہے۔ رات کے اندھیرے میں بھی تم کاروبار کرتے ہو۔ اندھکار کے ساتھ بھی تمہارا سمبندھ ہے۔ اسی طرح پرتھوی

سے لیکر ست لوک تک کونسی شکتی ہے جس کے ساتھ تمہارا سمبندھ نہیں ہے۔ اس درشٹی سے تمہارا سمبندھ ایک ایک پرمانو کے ساتھ ہے۔ پھر ہم تم کو الپگیہ کہیں یا سروگیہ کہیں؟"

"جیسے ایشور چیتن ہے ویسے ہی جیو بھی چیتن ہے۔ اور ساتھ ہی جہاں وہ چیتنتا کے دِرشے کی سمجھ رکھتا ہے۔ وہاں وہ جڑ اور جڑتا کی سمجھ بھی رکھتا ہے اس میں دونوں ہی کی سمجھ بوجھ ہے۔ اس لئے ان دونوں سے اس کا درجہ بڑا اور اونچا ہوا۔"

"جیو شدھ ہے۔ برے سے برا جیو اور پاپی سے پاپی جیو کو شدھتا کی سمجھ رہتی ہے۔ اور جب شدھتا کی سمجھ اس میں ہے تو یہ پرتکش پرمان ہے کہ وہ شدھتا اور اشدھتا دونوں کی سمجھ رکھتا ہوا ان دونوں سے اونچا ہے۔ وہ ایشور کو شدھ اور پوتر سمجھتا ہے۔ اسی لئے اُسے اٹل۔ نرمل۔ اور ویمل کہتا ہے۔ اور آپ ویسا ہی بننے کی اچھیا رکھتا ہے۔ یہ کارن ہے کہ دونوں میں بھید بھاؤ ہے۔ آدرش کا سنمان کرتا اور دھیان رکھتا ہوا وہ ایشور کی اپاسنا کرتا ہے۔ اور اپاسنا کرتے کرتے وہ آپ ایشور کی گتی کو پراپت ہو جاتا ہے۔"

"ایشور سکھ راشی اور جیو سادھارن درشٹی سے دکھ راشی پرتیت ہو رہا ہے۔ اس کا بھی کارن وہی ہے۔ جو

[illegible] نے بتلایا اور سمجھایا ہے۔ کیا تم اس بات کو نہیں مانتے کہ وشے آنند (لذات نفس) گیان آنند (لذت علم) ایکانت آنند (لذت خلوت) ستسنگ آنند (لذت صحبت) برہم آنند (لذت حق) اتیادی کی سمجھ بوجھ رکھتا ہے یا نہیں رکھتا ہے؟ یہ سب شکشا ہی تو ہیں جن کا اپنا اپنا پھل ہے۔ سکھوں کی سمجھ رکھتا ہے۔ سمجھ سکتا ہے۔ کچھ کہہ سکتا ہے کچھ کہتا ہے ایسے شکشا پاتی کہو گے یا نہیں کہو گے میں تو انہیں شکشا پاتی سمجھتا ہوں۔

اب یہ پرشن ہو سکتا ہے کہ یہ دکھ کیوں ہے؟ اور جو کیوں دکھی ہیں؟ اس کا اتر یہ ہے۔ میں نے ساری باتیں تم کو سمجھا دیں۔ چھوٹا پاتو چھوٹا۔ بڑا پاتو بڑا۔ دکھی پاتو دکھی۔ سکھی پاتو سکھی۔ شکت پاتو شکت۔ بدھ پاتو بدھ۔ یہ سب پرماتما کے تماشے ہیں۔ جو جیسا سوچتا ہے سمجھتا ہے کرتا ہے وہ ویسا ہی بن جاتا ہے۔ اس لئے گرومت ہونے کی آوشیکتا ہے کہ تو وہ ست سنگ میں آکر اور اس سے شکشا پا کر منشیہ من کے جال سے چھٹکارا پا جاتا ہے۔ پھر نہ کہیں دکھ ہے نہ سکھ۔ نہ کہیں شکتی ہے نہ بندھن ہے۔ وہ آپ سے آپ ہے۔ وہ آپ اپنا ساکشی ہے۔ نہ سیوک ہے نہ سوامی ہے۔ گرو نے سمجھایا ہے:

من کے متے نہ چالئے من کے مت انیک
جو من پر اسوار ہیں سو سادھو کوئی ایک

من گوبند من گورکھا۔ او دکھیر کا کیئے سوئے
جو من راکھے جتن سے آپ ہی کرتا ہوئے
من ہی کو پربودھئے من ہی کو اپدیس
جو یہہ من بس آ رہی تو ششیہ ہے سب دیس
یہہ تو کٹھن ہے اتی ہی ست پٹ لکھے نہ کوئے
جب من کی کھٹ پٹ مٹے آپ ہی درشن ہوئے

سب باتیں ہو چکیں۔ سارے پرشنوں کا اُتر دے دیا گیا۔ اب کہنے سننے کے لئے ہیں ایک پرشن آپ اُٹھن کرتا ہوں۔ وہ یہہ ہے۔ کہ ایسا ہوتا کیوں ہے؟

اس کا اُتر یہہ سمجھو جب تک تم ایشور کو مانوگے تب تک تم کو سیوک بننا پڑے گا۔ جب تم چھوٹے بنوگے تو بڑوں کا ڈنڈا تمہارے سر پر پڑے گا۔ یہہ سب ماننے کی بات ہے۔

ارشتک ریتی سے یوں سمجھو کہ جیو نے من اور بدھی کی درِشٹی کرتے ہوئے دو سنگیا جیو اور ایشور کی مان لی۔ ایشور کو اپرلت سمپورن اور سرو بھوگ مان لیا۔ اپنے آپ کو اپورن۔ اسمپورن اور الپ بھوگ سمجھ لیا۔ اب وہ اپنی بدھی کی تکّی لڑانے لگا۔ ایشور میں سمشٹی مایا ہے۔ وہ مایا اُس کے لئے دکھدائی نہیں ہوتی۔ جیو میں ویشٹی مایا ہے۔ ویشٹی ہونے کے کارن وہ دکھدائی ہوتی ہے۔ ارشتھات جیو وہ مایا اُن کی لپیٹ میں ہے۔ ایک ویشٹی

اور دوسری سمپشٹی۔ اس پرکار اپنی بدھی سے دوندگی رچنا کرتے ہوئے وہ ونگھ میں پڑا ہوا ہے۔ جہاں دو ہوں گے۔ وہاں کھٹ پٹ اوشیہ ہے۔ اس سے بچاؤ کہاں ہے۔ یہہ سب ماننے اور منوانے کی باتیں ہیں ان کے اتریکت اور کوئی بھی بات نہیں ہے۔ اس لئے یہہ اپدیش ہے

کچھو کت دیا ہے ست سلنگا
تاتے ہو نہیں بھرم سب بھنگا
جب جیو سرن گورو کی آوے
کرم بھرم پاکھنڈ نساوے
کرم بھرم کا جب ہووے ناس
تب پوری ہو اس کی آس

رادھا سوامی دھام ۲۳ فروری سنہ ۱۹۳۲ء

نوٹ۔ (۱) کچھ دنوں تک (۲) ہوں۔ (۳) دور دفع (۴) اُمید

شبد کی تشریح

گورو دھیان دھرو تم من میں
گورو نام سمر چھن چھن میں

(رادھاسوامی سار بچن نظم بچن ۱۸ شبد ۳)

(۱) گورو کیا ہے؟ گورو کیوں کیا جاتا ہے؟ گورو کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ اس کی سمجھ بہت کمتر لوگوں کو ہوتی ہے۔

"گورو" شبد کے لفظی معنے "بولنے والے" یا "آواز دینے والے" کے ہیں۔ یہہ سنسکرت دھاتو "گر" سے نکلا ہے۔ جس کے معنے بولنے یا آواز دینے کے ہیں۔ صدا دینے والے اور چتانے والے کا نام گورو ہے۔ یہہ لغوی معنے ہیں۔ مرادی معنے بیشمار ہیں۔ مثلاً وزنی وزن دار۔ عظیم۔ اہم۔ زیادہ۔ سب سے بہتر۔ سب سے بڑھکر۔ قابل تعظیم۔ پیارا۔ قیمتی۔ زیادہ قیمت والا۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہہ ظاہر اور باطن دونوں صورتوں میں معراج تمنا ہے

یہی اوّل ہے اور یہی آخر ہے۔ ظاہری گورو ظاہر ظہور ہوتا ہے۔ اور وہی باطنی گورو کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسی رعایت سے صوفیوں نے فنا فی الشیخ کے درجے کو سب سے اونچا قرار دیا ہے۔ گورو ہی سب کچھ ہے۔

گورو ہاتھ آگیا۔ اور سب کی پراپتی ہو گئی۔ گورو نہیں ملا اور کچھ نہیں ملا۔

گورو اس دنیا میں ایک قدرتی عنصر ہے۔ جو بھولے بھٹکوں کو راہ پر لگاتا ہے۔ جس طرح سورج روشنی کا عنصر یا نورِ مجسم ہے۔ اسی طرح گورو ہدایت کا عنصر یا ہدایت مجسم ہے۔ یہاں دو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ عنصر اور مجسم اور دونوں ہی قابل غور ہیں۔ عنصر تو کہتے ہیں جو اصل میں اصلیت کی نظر سے نہایت لطیف جوہر ہے۔ اور مجسم کہتے ہیں جسم والے کو۔ جوہر نے لطافت سے کثافت کا جامہ پہنا۔ اور نمود و شہود کے عالم میں آگیا۔ اس وقت وہ اسی جوہر کی مجسم صورت کہلاتا ہے۔ ہر شے یا ہر عنصر کی سمجھ بوجھ یا خیال یقین اسکی تو کے مجسم صورت ہی سے ہاتھ آتے ہیں۔ جیسے سورج سے روشنی اور برف سے پانی۔ آگ سے حرارت وغیرہ ..... کیونکہ یہ جتنے نام لئے گئے ہیں اسی جوہر کی مجسم صورتیں ہیں۔ جو اس سے ہر وقت پھدک پھدک کر نکلتی رہتی ہیں۔ سورج سے جو شئے برآمد ہوگی۔ وہ نور ہی ہوگی

برف سے جو چیز نکلے گی وہ پانی ہی ہوگی۔ اور آگ سے جس کیفیت کا اظہار ہوگا وہ حرارت ہوگی۔ اسی طرح گورو جو اصل میں شبد سروپ ہے۔ اس سے شبد کا اظہار ہونا امر لازمی ہے۔

حقیقت میں جسے گورو مل گیا پھر اسے کسی قسم کی کمائی کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ جس قدر شغل اشغال کئے جاتے ہیں۔ وہ صرف دل کی صفائی تربیت اور تادیب کی نظر سے ہیں۔ اگر دل مجلی اور مصفے ہو جائے تو خود بخود اس کے اندر وہی چیز عکس افگن ہو جائے گی جس کے مد مقابل یہ دل کھڑا ہوگا۔

آئینہ صاف اور شفاف ہے۔ اس کے سامنے جا کر کھڑے ہو جاؤ۔ کیا چیز نظر آئے گی؟ تمہاری صورت اور شکل نظر آئے گی۔ جب تک آئینہ زنگ کدورت سے صاف نہیں ہے تب تک اس کی صفائی تربیت اور تادیب کی ضرورت پڑتی ہے۔ وہ صاف ہو گیا اور گورو کے پاس جانے سے گورو اس کے اندر خود ہی آ کر بیٹھ گیا۔ پھر کچھ کرنا ہے نہ دھرنا ہے۔

قصہ ہے۔ قیصر روم کے دربار میں چینی مصور رہتے تھے۔ جو اپنے فن میں باکمال تھے۔ ایک روز بادشاہ کی زبان سے نکل گیا۔ "کیا ہمارے ملک میں ایسے لوگ نہیں ہیں جو چینی مصوروں کی طرح تصویر بنا سکیں؟" اتفاق کی بات!

اُس کے دربار میں چند صوفی بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا "کیوں نہیں! آپ کی سلطنت میں بھی ایسے آدمی ہیں اور ہو سکتے ہیں۔" بادشاہ نے یہہ بات سن کر حکم دیا "اچھا! تم اور چینی دونوں اپنا اپنا کمال دکھلاؤ۔" ایک مکان میں دو دیواریں باہمدگر مقابل گیلری کی صورت میں موجود تھیں حکم ہوا ایک دیوار پر چینی تصویر کھینچیں اور دوسری دیوار پر رومی۔ بیچ میں پردہ پڑا ہوا تھا۔ چینیوں نے اپنی صنعتگری کے دکھانے کے لیے بہت کچھ زر نقد مانگا لیکن صوفیوں نے ایک پیسہ کی بھی درخواست نہیں کی۔ دونوں ہی اپنے اپنے کام میں لگے دو چار مہینہ کے بعد چینیوں نے آکر بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا "تصویر مکمل ہو گئی۔" قیصر نے رومیوں سے متوجہ ہو کر پوچھا "تم کیا کہتے ہو؟" انہوں نے بعد تامل اور پس پیش جواب دیا "ہماری بھی تصویر مکمل ہے۔" بادشاہ اور درباری گیلری میں پہنچے۔ پہلے چینیوں کی تصویر دیکھی "صنعت چین و حجت نگار" مشہور مسئلہ ہے۔ اُن کا کمال دیکھ کر متحیر اور ششدر ہو گیا۔ ہر شخص کی زبان سے تحسین اور آفرین کے کلمے برآمد ہوئے۔ پھر وہی درخواست رومی صوفیوں سے کی گئی۔ انہوں نے گیلری کے درمیان کا پردہ اٹھا دیا۔ دونوں دیواروں پر ایک ہی قسم کی تصویر اور نقش و نگار نظر آئے۔ حیرت اور استعجاب کی بات یہہ تھی کہ مقابلہ

چینیوں کے رومیوں کی تصویر زیادہ مجلّٰی اور روشن تھی بادشاہ اور درباریوں کے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ پوچھا "کیا اسرار ہے؟" رومیوں نے عرض کیا "چینیوں نے بہت روپیہ پیسہ لگا کر نہایت محنت اور عرق ریزی سے کام کیا۔ ہم نے صرف دیوار کی صفائی کیطرف توجہ دی اس کو جلا مل گئی اور بیچ کے پردہ کے اٹھتے ہی جو شے وہاں تھی وہی شے یہاں بھی نمودار ہوئی" بادشاہ خوش ہوا۔ اور دونوں کو یکساں انعام دلوا دیا۔"

یہہ قصہ ہے۔ اگر گورو نے بالفرض محنت شاقہ کر کے اپنے جوہر کے کمال کو پرگٹ کیا ہے تو وہی کمال مرید یا چیلے میں صرف دل کے صاف کر لینے کی وجہ سے بآسانی نمایاں ہو جاتا ہے۔ زیادہ محنت اور مشقت کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ محنت یا مشقت ہے وہ صرف دل کی صفائی میں درکار ہے۔

دونوں دلوں کے اندر سچی ہمدردی ہو۔ سچا پریم ہو۔ پھر جو شے وہاں ہے یہاں بھی خود بخود پیدا ہو جائے گی اور مرید کو بغیر زیادہ محنت کئے ہوئے گورو کی میراث اسی طرح آسانی سے ہاتھ آئے گی۔ جس طرح کہ بیٹا باپ کے تمام اندوختہ کا وارث ہو جاتا ہے اس شبد میں صرف اسی بات پر زور دیا گیا ہے

کچھ نہ کرو۔ دل کو صاف رکھ کر گورو کا تصور پختہ کرو تاکہ

اندر ہی اندر اس کا روپ بن جائے۔ دل کو صاف کرکے گورو کے نام کا لمحہ لمحہ سمرن کیا کرو تاکہ نام حقیقی مددگار بنکر تمہارے اندر اس روپ کو پرگٹ کر دے۔ نام اُسی طرح روپ کے پرگٹ کرنے میں مددگار ہوتا ہے۔ جیسے طرح "گائے" کا لفظ سنکر تمہارے دل کے اندر گائے کے نقش و نگار اور جسم کے تمام اعضا پرگٹ ہو جاتے ہیں۔ اب اس کا گھڑنا کر لینا صرف تھوڑی سی توجہ کا کام ہے زیادہ محنت درکار نہیں ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ سہل سی چیز لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔ نہ انہیں گورو کے روپ سے تعلق رہتا ہے نہ گورو کے نام سے۔ دل میں چونکہ بیشمار وسوسات اور خدشات بھرے ہوئے ہیں۔ اس لئے جب کبھی دھیان کرنے بیٹھتا ہے تو گورو تو کوسوں دور رہتے ہیں۔ یہ وسوسات اور خدشات ہی صورت بنا کر سامنے آتے رہتے ہیں۔ اس وجہ سے حکم دیا گیا ہے کہ دل کو صاف کرو گورو کا ست سنگ دل کی صفائی میں خود بخود مددگار ہو جاتا ہے۔ اور مرید اس مجلّٰی اور منور صورت کو اپنے اندر دیکھ کر روحانی جذبہ کے زیر اثر کہہ اٹھتا ہے:۔

صورت گر نقاش چیں! ایں صورت یا رہم ببیں
تصویر کش تو ایں چنیں یا ترک کن صورتگری

دل کے آئینہ میں گورو کے نقش و نگار کھچے ہوئے ہیں وہ اندر بھی ہیں۔ اور باہر بھی ہیں۔ گورو مرید کے دل کے اندر

بیٹھا ہوا ہے۔ اور وہ یہہ کہتا ہے۔ "اے چین کے مصور! ذرا میرے اس پریتم کی تصویر کو دیکھ۔ اگر ممکن ہو تو تو بھی ایسی صورت بنا۔ صورتگری کی ڈینگ نہ مار۔ اسے ترک کر دے۔"

یہہ حالت اس وقت کی ہے۔ جب مُرید اپنے میں اور اپنے گورو کی ذات میں تمیزی فرق کا امتیاز رکھتا ہے۔ یہہ دویت اوستھا یا ثنویت کا طبقہ ہے۔ جس وقت مرید دھیان کرتے کرتے گورو کے روپ میں محو اور مستغرق ہو جاتا ہے۔ اُس وقت اس کی زبان سے یہہ صدا برآمد ہوتی ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اس کا ترجمہ یہہ ہے۔ "تو میں ہو گیا اور میں تو ہو گیا۔ میں تن ہوں اور تو جان ہے۔ ایک جان دو قالب کا مضمون ہو گیا۔ اب کس کے منہ میں زبان ہے جو یہہ کہہ سکے کہ میں اور ہوں اور تو اور ہے۔"

فرق مٹ گیا۔ دوئی صرف لطیف شکل میں رہ گئی۔ جب اور آگے قدم بڑھایا۔ زبان بند۔ گفتگو ختم۔ کہنے سننے کی نام کے لئے بھی ضرورت باقی نہیں رہی۔ دونوں پر خاموشی کی مہر ثبت ہو گئی۔ نہ چیلا رہا نہ گورو رہا۔ کیا رہا اور کیا نہیں رہا وہ کہنے سننے کا مضمون بھی نہیں رہا کوئی

کہے بھی تو کیا کہے اور کوئی سنے بھی تو کیا سنے!

بہ طبعم ہیچ مضمون بہ زلب بستن نمی آید
خموشی معنئے دارد کہ در گفتن نمی آید

سمجھ بُوجھ پہ پردہ پڑ گیا۔ سوائے سکوت اور خاموشی کے اب کچھ نہیں سوجھتا اس خاموشی یا چپکی سادھ لینے میں وہ معانی اور مطالب چھپے ہوئے ہیں۔ جو کہنے میں کبھی نہیں آ سکتے۔ اسی وجہ سے ست پرش رادھا سوامی دیال صدا دیتے ہیں:-

گورو دھیان دھرو تم من میں
گورو نام سمر چھن چھن میں

یہ پہلی کڑی کی تشریح ہے۔

(۲) جب لگاؤ گے دھیان گورو کو لگاؤ۔ گورو کے تعشق کا ترانہ چھڑ جائے وہ ایڑی سے چوٹی تک سرایت کر جائے گورو کے نام کی صدا دماغ کے گنبد میں زور شور کے ساتھ گونج اٹھے۔ پھر یہ گورو اندرونی اور بیرونی طور پر خود تمہارا مددگار رہے گا۔ سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے کسی حالت میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ جو شخص معراج کی تکمیل میں لگا رہتا ہے۔ خیالی معراج کو سب کچھ سمجھ کر جان اور دل سے اس کو پیار کرتا ہے۔ اور ایک لمحہ کے لئے بھی تصور معراج سے اپنے آپ کو علیحدہ نہیں کرتا۔ تو پھر اس کی راہ میں دقتیں اور

مصیبتیں کیسے حائل ہونگی! کیونکہ شش یا معرفت اس کی نگرانی اور مدد کرے گا یا نہیں! دھرم سنبھال ہوتی رہے گی۔ اور مجھ سے مدد پہنچتی رہیگی ؎

گورو سمرتھ سر پر کھڑے کا کمی تو ہی داس
ردھی سدھی سیوا کریں مکتی نہ چھوڑے پاس
داس دکھی تو ہیں دکھی آدی انت تہو کال
پلک ایک میں پرگٹ ہو کے چھن میں کرے نہال

کہا گیا ہے۔ دھرم رکشتی رکشتہ۔ اور میں گورو کی بانی کا سہارا لیکر یوں کہتا ہوں۔ آدرش رکشتی رکشتہ۔ دھرم کی رکشا کرو اور دھرم تمہاری رکشا کرے گا۔ آدرش اور آیڈیل کے راستے سے کبھی گمراہ نہ ہو۔ آدرش تم کو راہ پر رکھیگا ؎

یہ بات مشکل نہیں ہے۔ آسان ہے۔ صرف ذوق اور شوق کے جذبہ پر موقوف ہے۔ گورو کہیں بھی ہو۔ وہ ہر وقت ساتھ بیٹھا ہوا ہے ؎

لاکھ کوس جو گورو بسیں دیجے سُرت پٹھائے
شبد تُری اسوار ہو چھن آئے چھن جائے گورو ٹرا
جو گورو بسیں بنارسی شش سمندر تیر
ایک پلک بسرے نہیں جو گن ہوئے شریر

ذرا گورو کا دھیان کرنا شروع کرو۔ پھر ہزاروں کوس کی دوری پر رہتے ہوئے بھی خیالی تاروں کا سلسلہ ملا جاتا ہے

اور بلا واسطہ وسائل یا بالغیر زبان کھولے ہوئے گورو اپنے ششیہ سے ہمکلام ہوتا رہے گا۔

شیخ افغان است وبے الت چو حق
با مریداں داد بے گفتن سبق

ست پرش سم گورو کو جان
زبان بن جیبھا کہیں ابچن سو جان

جب ہادی ہر وقت ساتھ ہے تو وہ پھر وہ ہدایت کیوں نہ کرے گا۔ کیونکہ یہ تو اس کا فرض ہے۔ جب مددگار ہر وقت پہلو میں ہے۔ تب پھر لمحہ لمحہ کیوں نہ مدد ملتی رہے گی۔ کیونکہ اسی مدد کے لئے اس نے انسانی جامہ پہنا ہے اگر نقص ہے تو یہ ہے۔ کہ ششیہ نے گورو کو نہیں سمجھا۔ کوئی شخص علمی خیال سے گورو کی خدمت میں جاتا ہے کوئی اس کی بزرگی سے مستفید ہونا چاہتا ہے۔ کوئی دھن دولت مانگتا ہے۔ تو کوئی بیٹا بیٹی مانگتا ہے گورو کو گورو کی نظر سے قبول کرنا اصول تصوف ہے۔

پرکھتا کو سب کوئی چہے پرکھو چہے نہ کوئے
پرکھتا تج پرکھو کو گہے پرکھو سم آپ ہی ہوئے

یہ دوسری کڑی کی تشریح ہے۔

گورو جو ہیں گورو کا سمجھائی

گورو ہی پھر ہو ہیں سہائی

(۳) جتنے منازل یا مرحلے ہیں چاہے وہ اوپر کے ہوں چاہے نیچے کے ہوں بغیر گورو کی مدد کے اُن تک رسائی دشوار اور مشکل ہے۔ حقیقت یہہ ہے۔ کہ گورو ہی منازل اور مرحلے ہیں گورو ہی خود منزل مقصود ہیں۔ گورو سے گورو کو حاصل کرو۔ اُس وقت تصور کا گہرا رنگ جمے گا اور سنت مت کی قدر دل کے اندر پیدا ہوگی جب تک یہہ حالت میسر نہیں ہوتی اس وقت تک کوئی کیا کہے اور کیا سُنے!

دِل بکش از فکر باطلہا سیاہ
از خدا غیر از خدا چیزے مخواہ

گورو کو اپنے اندر بسالو۔ ساری منزلیں تمہارے اندر آجائیں گی۔ گورو کے تصور کو اچھی طرح سے پختہ کرلو اور تم منزل مقصود پر پہنچے ہوئے ہو جاؤ گے۔

یہ تیسری کڑی کی تشریح ہے۔

(۴) جنہ بد ادکے نچے میچے
گورو بن کوئی ناہیں پہنچے

(۴) راز باطن کی خبر کس نے دی ہے۔ گورو نے دی۔ سن شکھر پر کس نے چڑھایا؟ گورو ہی نے تو چڑھایا۔ جب گورو کے اندر راز باطن موجود تھا۔ اور گورو مجسم راز باطن تھا۔ جب گورو کے اندر شونیہ اوستھا موجود تھی۔ اور گورو خود شونیہ مجسم بنا ہوا تھا۔ تب ہی تو اُس نے پردہ اٹھا کر اسرار

معرفت کو تمہارے ذہن نشین کرایا۔ اگر وہ خود مجسم حقیقت
نہ ہوتا تو حقیقت کی خبر کیسے دیتا! کیا گورو کا علم کتابی ہے!
یا وہ کسی سے عاریت لیا ہوا مضمون ہے! اگر گورو کتاب
پرست ہے یا عاریت پسند اس کا شعار ہے۔ تو یاد رکھو
اُس کے کلام ہمیشہ اثر سے خالی ہونگے۔ اور سننے والے
سامعین کے دلوں میں کبھی وجد یا مستی کی حالت نہیں پیدا
ہوگی۔ چونکہ وہ مجسم اثر بن گیا ہے۔ اس لئے سننے والے کے
دل پر اس کی کشش اثر یا برقی تاثیر دوڑ جاتی ہے۔ یہ صاحب
اثر گورو کی ایک پہچان ہے ؛

چوں کشاید او دہن ایماں را اند
جاں بسوئے عرش سازد ترک تازہ

جب وہ گھٹ کا بھید سنا دیں
بخشش کی اور سُرت من دھا دیں

یہ چوتھی کڑی کی تشریح ہے ؛

(۴) گورو ہی گھٹ بھید لکھایا
گورو ہی سُن شکھر چڑھایا

(۵) عاشقی۔ محبت عظیم یا استغراق کامل کی کیفیت
چونکہ گورو پر طاری تھی۔ اس لئے اس کا اظہار اُن کے کلام
سے ہوا اور وہی حالت خیالی طور پر سننے والوں کے دلوں

پرطاری ہو گئی۔ چونکہ گورو بھنور گپھا کے منازل یقینی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ پرش اور پرکرتی کے ذرات کو جو بھنور گپھا سے منسوب ہیں اپنے اردگرد اپنی صورت میں متحرک پاتا ہے۔ وہ حالت اُس پہ گذر رہی ہے۔ اس لئے اُس کے کلام کا دلوں کے اندر جا گزیں ہو جانا معمولی بات ہے۔ اگر وہ سُنی سنائی باتیں کہتا ہے۔ تو ان کی حد صرف نوک زبان تک ہے۔ وہ قال کا مضمون ہے حال کا مضمون نہیں۔ قال بکواس کو کہتے ہیں۔ اور حال نازل شدہ حالت کا نام ہے۔

ما بروں را ننگریم و قال را
ما دروں را بنگریم و حال را

میری نگاہ صرف حال کے نوازد اور دلی کیفیت پر ہے میری نظر باہری صورت پر نہیں ہے اور نہ میرے کان زبانی گفتگو بیہودہ قیل و قال یا عقلی دلیل اور حجت کی جانب مائل رہتے ہیں۔

ستسنگیوں کو گورو کے ست سنگ میں بیٹھے ہوئے اور اُن کے کلام کو سنتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا چاہئیے کہ آیا کلام دل کے اندر جگہ کرتے جاتے ہیں یا نہیں! دل کی حالت بدلتی جاتی ہے یا نہیں! ست سنگ میں بیٹھے ہوئے دنیاوی تفکرات ملیا میٹ ہوتے ہیں یا نہیں! بے غمی اور بے فکری آتی ہے یا نہیں! اگر آتی ہے تو ٹھیک

ہے۔ اور نہیں آتی ہے تو کچھ بھی نہیں ہے؛

یہہ پانچویں گرہی کی تشریح ہے؛

(۵) جہاں سن بھی گورو دکھلائی
گورو بھنور گپھا در سائی

(۶) گورو نے ست لوک کا پتہ دیا۔ ہستی مطلق کا خیال اُن کے کلام کے سنتے ہی خاطر نشین ہو گیا۔ یہہ سمجھ میں آ گیا کہ ہستی ایک ہے۔ ہستی برحق ہے۔ ہستی مکمل اور محیط کل جوہر ہے۔ کیا شے ہے دنیا میں جو ہستی سے خالی ہے؛ ہستی لا تجزا ہے۔ اکھنڈ ہے۔ اس کے ٹکڑے نہ ہوئے اور نہ ہو سکتے ہیں۔ اور امتیازی صورتیں ہستی کی قطع برید کرنے میں سخت معذور ہیں؛

اکھنڈ منڈلا کارم ویاپتم یے نہ چرا چرم
تت پدم درشتم یے نہ تسمے شری گروے نمہ

ہستی اکھنڈ ہے۔ ہستی منڈلا کار ہے۔ ہستی متحرک اور غیر متحرک آپ میں محیط کل ہے۔ ہستی سے خالی دنیا میں ایک شے بھی نہیں ہے۔ ہستی کی زیارت صرف گورو کے چرن کمل میں جھکنے سے نصیب ہوتی ہے۔ اس وجہ سے گورو کو نمسکار ہے۔ ہستی کا نام ست ہے۔ ست ہستی ہے۔ اس ست یا ہستی کے طبقہ میں بیٹھا ہوا گورو۔ ہستی کی ظاہر ظہور صورت بنا ہوا ہستی کے تمام طبقات اور اطراف

داکناف کا مرکز ہو گیا ہے۔ تمام ہستیاں اُس کے اردگرد اس طرح چکر لگا رہی ہیں جس طرح نظام شمسی میں سورج کے اردگرد تمام ثوابت۔ گرتے ستارے۔ اقطاب اور ابدال چکر لگا رہے ہیں وہ سب کو محسوس کرتا ہوا ان کی صورتیں دکھا رہا ہے۔ اور تم دیکھ رہے ہو۔ کیا دنیا میں ست کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔ سچ تو یہ ہے وہی ہی ہستی ہے۔ اس خیال کو اچھی طرح سے قبول کر لینا ہی کے گرہ میں رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

یہاں ہی نک گورو کی حیثیت نہیں ہے۔ ہستی تمام صورت اظہار کا وہ ہستی ہستی نہیں ہے جو اظہار کی کیفیت میں نہیں آئی ہوئی ہے۔ اس کا علم تو گورو کے بچنوں سے ہوتا ہی ہے۔ لیکن وہ ہستی کے ان طبقات کی بھی خبر دیتا ہے جہاں من اور بدھی کی گم نہیں ہے جس کو آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ زبان جس کو ادا نہیں کر سکتی وہ الکھ اور اگم ہے چونکہ گورو کی ذات پاک میں یہ تمام کیفیتیں موجود ہیں۔ اس لئے وہ قادر ہو کر ان کے سمجھانے بجھانے کی استعداد رکھتا ہے گورو نے صرف ظاہر ظہور ہستی ہی کی خبر نہیں دی بلکہ غیر ظاہر شدہ ہستی کے تاریک پردے چاک کر کے اپنا شناسا کردوں کو دکھا دیا یہ الکھ اور اگم سے مراد ہے۔

صورت از بیصورتی آمد بروں

صورت کا ظہور بیصورتی کے بطن سے ہوتا ہے۔

پہلے شے اس قدر باریک اور لطیف ہوتی ہے کہ وہ نہ دکھائی دیتی ہے اور نہ سنائی دیتی ہے۔ کثیف حالت میں آکر تب حواس کو کثیف صورت میں اُس کا علم حاصل ہوتا ہے۔ لطیف شے آنکھوں سے اوجھل ہے۔ جیسے پانی کی اصلیت کیا ہے؟ اسے نہ کوئی دیکھتا ہے۔ نہ سمجھتا ہے لیکن وہی لطیف شے جب بھاپ۔ پانی برف دریا، نہر اور سمندروں کی شکل میں ظاہر ہو جاتی ہے تب ہم اسے دیکھنے لگ جاتے ہیں۔

یہ چھٹویں کڑی کی تشریح ہے۔

(۶) گورو ست لوک پہنچایا
گورو الکھ اگم پد پایا

(۷) اگر گورو نہ ہوتے تو یہ بھید کون بتاتا کسی کو معراج کی کب خبر ہونے لگی تھی۔ اس لئے یہ تمام اظہار اور غیر اظہار کے تعلقات گورو کی ذات میں موجود ہیں۔ اس وجہ سے گورو کی مہاجت زیادہ ہے۔

یہ ساتویں کڑی کی تشریح ہے۔

(۷) گورو ہی سب بھید بکھانا
گورو ہے رادھاسوامی جانا

رادھاسوامی دھام ۱۴ جنوری ۱۹۳۱ء

۵- خدا اور جدا

کیا کہا نا تجھ سے الگ ہو کر ہوں غم میں مبتلا
تیری حالت کیا ہوئی؟ سن یوں اگر کہتے ذرا
بولا وہ اوپر ہے نقطہ میرے اور نیچے ترے
ہجر میں میں ہوں خدا تیرا۔ تو ہی مجھ سے جدا
فرق اوپر نیچے نقطوں کا ہے اور کچھ بھی نہیں
میں بنا تو قافیہ تو ہو گیا سمجھا نیا
میٹ ڈالے اوپر کے اور نیچے کے نقطوں کو اگر
پھر کہاں کوئی جدا اور کون ہے کس کا خدا
ضبط کے کانوں سے ضابطہ نے سنا جب یہ جواب
ہو رہا خاموش۔ سر سے ٹل گئی ساری بلا

۶- نکات

(۱) سنسار میں اگر دکھ نہ ہوتا تو اس کا نام سنسار نہ ہوتا۔ بلکہ اسے کسی اور ہی نام سے موسوم کیا جاتا یہاں نیکی سے بدی اور سکھ سے دکھ کا ظہور ہوتا ہے۔

(۲) اگر ہماری خواہشیں جلد جلد پوری ہوتی جائیں تو دل پر ضرب لگنے کا موقع بھی نہ ملے۔ اور جب تک دل پر ضرب نہیں لگتی دل کی تربیت اور تادیب مشکل ہو جاتی

ہے ؞

(۳) ایک آدمی اپنی حالت کو خراب اور دوسرے کی حالت کو بہتر اور خوشتر سمجھتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ واقعی اصلیت کیا ہے۔ خوب غور کرنے پر پتہ لگے گا۔ کہ دونوں ہی سُکھی ہیں اور نہ دونوں ہی دُکھی ہیں۔ اپنی اپنی نظر اور اپنا اپنا دِل ؞

(۴) نہ کوئی کسی کا دوست ہے نہ کوئی کسی کا دشمن ہے انسان اپنا دوست اور اپنا دشمن آپ ہے ؞

(۵) یہہ کبھی نہیں سوچنا چاہئیے کہ ایک چور بالکل ہی بُرا اور ایک سادھو بالکل ہی نیک اور پرہیزگار ہوگا۔ بہت ممکن ہے کہ چور اپنی اس ایک خراب عادت کو چھوڑ کر باقی اور باتوں میں سادھو سے کہیں اچھا ہو اور یہہ بھی ہو سکتا ہے کہ سادھو صرف بھیکھ دھاری ہو اور اپنے فعل کی وجہ سے مجسم شیطان ہو ؞

(۶) نہ کوئی شخص ایک دم بُرا ہے اور نہ ایک دم بھلا ہے بُرائی اور بھلائی کے مادّے ہر شخص میں موجود ہیں۔ موافق سامان پا کر وہ ابھر کھڑے ہوتے ہیں اور ناموافق حالات سے دبے رہتے ہیں ؞

(۷) بیخوف رہنا ہی سچائی کی علامت ہے۔ جہاں خوف، شرم اور پس و پیش دیکھو سمجھ لو وہاں پاپ ضرور ہوگا۔ جہاں سچائی ہوگی۔ وہاں بے خوفی کا رہنا لازمی ہے ؞

(۸) دنیا میں پریم کی ہزاروں اور لاکھوں شکلیں ہیں۔ دوست دوست کا پریم - باپ بیٹے کا پریم - بھائی بھائی کا پریم - استری پرش کا پریم کوئی کہاں تک ان کی گنتی گنا سکتا ہے - اگر کسی انسان کو شیر یا بھیڑئے کے ساتھ سچا پریم ہو جائے تو یہہ درندے بھی اپنی قدرتی فطرت بھول کر اس سے پریم کا برتاؤ کرنے لگ جائیں گے ٭

(۹) پاپی ایشور کو سزا دینے والا اور کال سمجھ کر اس کی پوجا کرتے ہیں یہہ ناداں سخت غلطی پر ہیں۔ ان کا یہہ بھاؤ نہ ایشور کو ان کا پیارا بنائے گا۔ اور نہ یہہ ایشور کے پیارے بن سکیں گے۔ جہاں خوف ہے وہاں پریم اور محبت کہاں!

(۱۰) پریم میں لینے کا سوال نہیں ہوتا - بلکہ دینے کا سوال رہتا ہے - تم بچہ کو پیار کر کے اسے دیتے ہی رہتے ہو۔ اس سے کچھ لینے کے خواہشمند تو نہیں رہتے - یہی حال ہر جگہ ہے ٭

(۱۰) ام ایشور کی پرستش لوگ خود غرضی کے خیال سے کرتے ہیں - کوئی دولت مانگتا ہے - کوئی اولاد کی خواہش رکھتا ہے کوئی عزت حکومت کا سودائی بنا ہوا ہے - کوئی سدھی شکتی حاصل کرنے کے لئے سخت سے سخت ریاضت کر رہا ہے۔ سوچو تو سہی یہہ ایشور کے پریمی ہیں یا دولت - ثروت اولاد اور عزت حکومت کے پریمی ہیں!

(۱۱ام ایشور کو صرف وہی پا سکتا ہے - جو اس کا سچا پریمی ہے

اور اس کی یاد میں دن رات مست رہتا ہے یہہ ایشور کے ہیں اور ایشور ان کا ہے۔ باقی اور لوگوں کو خود غرض ہی سمجھو۔

(۱۲) بھگتی ایک رس ہونی چاہیئے جو بدلتی رہتی ہے وہ بھگتی نہیں ہے۔

(۱۳) گنگا میں لوگ پیشاب اور پاخانہ پھینکتے رہتے ہیں وہ کسی کو برا بھلا نہیں کہتی۔ ایسے ہی نیک اور شانت چت آدمی اپنے کام میں برابر لگا رہتا ہے۔ وہ کسی کی نندیا برائی کی پرواہ تک نہیں کرتا۔

(۱۴) کام کرنیوالے کو فرصت کہاں ہے کہ وہ کسی طرف توجہ دے۔ کسی کی شکایت کرے یا سنے۔ اسے موقع کہاں ہے کہ کسی کی نسبت سوچے وچارے۔ اس کا ایک ایک منٹ نہایت قیمتی ہے۔

(۱۵) جو آدمی برابر کام کاج میں لگا رہتا ہے وہ ایشور کا ساتھی ہے۔ بیکار آدمی کے ساتھ شیطان رہتا ہے یہہ نکتہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

(۱۶) بیکاری ساری برائیوں کی جڑ ہے اس میں شک نہیں انگریزی کا ایک مقولہ ہے:۔ "بیکار آدمی کا دماغ شیطان کا کارخانہ ہے" اور یہہ لفظاً بلفظاً صحیح اور سچ ہے۔

(۱۷) بیکار آدمی کو زندگی کا لطف نہیں ملتا اور صحت

تو بھلے ہی جواب دے دیتی ہے۔ جیسے شکاری جانوروں کا شکار کیا کرتے ہیں ویسے حکیم اور ڈاکٹر اسے اپنے جال میں پھنسا کر دن رات اس کی دولت چوستے رہتے ہیں۔

(۱۸) بیکار آدمی دولتمند گھرانے میں بھی پیدا ہو کر غریب ہو جاتا ہے۔ اور جفاکش آدمی غریب سے غریب ہوتا ہوا بھی اپنی مشقت اور جفاکشی کی بدولت خوش گذران رہتا ہے۔ مفلسی اُس کے نام سے پناہ مانگتی ہے۔

(۱۹) جب کام میں لگو دل کی ساری طاقت متحد کر کے کام میں لگا دو۔ یکسوئی ایسی ہو کہ دائیں بائیں کا مطلق خیال نہ رہے۔ کام میں اپنے آپ کو بھول جاؤ۔ اور اس طرح دل لگا کر کام کرو کہ نہ گھڑی کی ٹک ٹک سنائی دے اور نہ کسی دوسرے کی بات کان میں آئے۔ پھر دیکھو دن دُونی اور رات چوگنی ترقی ہوتی ہے یا نہیں۔

(۲۰) حوصلہ مند کام کرنے والے کا مقابلہ کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ جتنی دقتیں جو اس کی راہ میں آتی ہیں وہ قدرت کی طرف سے صرف اس کی اولوالعزمی کو ابھارنے کے لئے ہیں۔ جن کے اندر خاص برکت چھپی ہوئی ہے۔

(۲۱) محنتی آدمی دن کے وقت دل لگا کر کام کرتا ہے۔ اور رات میں گہری نیند کا مزہ لیتا ہے۔ اس کے دن ہنسی خوشی سے کٹ جاتے ہیں۔

(۲۲) جو بیکار رہتے ہیں۔ اُن کا وقت کاٹنا دو بھر ہو جاتا

سے ہے اور جو کام میں لگے رہتے ہیں انھیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ وقت کیسے آیا اور کیسے گذر گیا۔

(۲۳) محنتی اور کام کرنے والا آدمی نیچی حالت میں کبھی نہیں رہ سکتا۔ اس کی حالت روز بروز بلکہ لمحہ بدلتی رہتی ہے وہ دیکھتے دیکھتے ترقی کر جاتا ہے۔ قدرت بھی ایسے شخص کو ترقی کا موقع برابر دیتی رہتی ہے۔

(۲۴) دماغ کو فضول باتوں کا انبار خانہ نہ بناؤ۔ جو کام کی بات مفید نظر آئے صرف اسے ذہن میں رکھ لو۔

(۲۵) سرسری طور پہ ضخیم ضخیم کتابوں کے پڑھنے سے اس قدر فائدہ نہیں ہوتا جس قدر نظر غائر سے چھوٹے چھوٹے نکتوں کے مطالعہ سے فائدہ ہو سکتا ہے۔ سوچو۔ سمجھو اور غور کرو کہ میں سچ کہہ رہا ہوں یا جھوٹ! چھوٹے چھوٹے نکتوں پہ غور کرنے کی عادت ڈالو۔ اور تمہاری زندگی دیکھتے دیکھتے تبدیل ہو جائے گی۔

رادھا سوامی دھام۔
۷ ار جنوری ۱۹۳۱ء

---

(۷) مت

رادھاسوامی اختصاکیں

(۱) رادھاسوامی مت مرشد پرستی کا طریق ہے۔ صاف لفظوں میں اس کا اشٹ مرشد یا انسان کامل ہے۔

(۲) مرشد پرستی کے تین ارکان ہیں۔ ستگور۔ ست سنگ ست نام۔ ستگور کہتے ہیں زندہ گورو کو۔ ست سنگ کہتے ہیں زندہ صحبت کو۔ اور ست نام کہتے ہیں زندہ نام کو۔

(۳) مردہ نام، مردہ گورو یا مردوں کے تذکروں کی صحبت سے۔ رادھاسوامی مت کو کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔

(۴) جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایشور کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ انہیں یہہ ذہن نشیں کر لینا چاہیئے۔ کہ ایشور کہتے ہیں ایشوریہ والے کو۔ ایشوریہ صفت ہے۔ جب تک صفت ہے تب تک موصوف کی ذات قائم ہے۔ جب صفت چلی گئی تو موصوف کی ذات بھی غائب ہو گئی۔ صفت فانی اور ناشمان ہے جس کی سمجھ میں یہہ بات آگئی وہ فانی وجود کو کبھی اپنا اشٹ نہیں مانے گا۔

(۵) اگر تم یہ کہو کہ گورو نام ہے "وسوف" کا کیونکہ یہ "گرا" شبد سے نکلا ہے اور "گرا" کہتے ہیں شبد کو۔ جب تک کوئی وجود شبد کے ذریعہ اپنی ہستی کا اظہار کرتا ہے۔ اس وقت تک اُس کا وجود قائم ہے۔ بعد کو اُسے بھی فنا سمجھا جا سکتا ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے انسان کو گورو مان لیا ہے اُس کی نسبت تو یہ خیال صحیح ہے۔ مگر جس شخص نے کہ انسان کامل کو گورو تسلیم کیا ہے اس کی نسبت یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ انسان کامل کی ذات فانی نہیں ہے۔

(۶) باہر جس شخص سے فیض حاصل کیا جاتا ہے۔ وہ گورو ہے۔ یہ بدن کا رہوتا ہے اُس اصلی گورو کے پرگٹ کرنے میں جو کہ انسان کے اندر ہے۔ اس لئے اس کی پرستی ہے ورنہ گورو آیڈیل (آدرش) ہے آیڈیل (Ideal) ہمیشہ آیڈیا (Idea) میں رہتا ہے اور یہ آیڈیل فانی نہیں ہوتا۔ اس لئے گورو کی ذات لافانی ہے۔

(۷) گورو نے اپنی زندہ صحبت کا فیض عطا کیا اور زندہ نام کے حاصل کرنے کی ترکیب بتائی جو خود انسان کے اندر گونج رہا ہے۔ زبانی ناموں کے ساتھ اس کی کوئی نسبت یا اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح باہری ست سنگ۔ باہری بھجن دلاس اور باہری وہن آتمک نام کے ذریعہ انتری گورو۔ دھن آتمک نام اور انتری صحبت

کا فیض حاصل ہوتا رہتا ہے۔

(۸) یہ تینوں چیزیں ہر وجود میں موجود ہیں۔ ان کا ساکشاتکار اپنے اندر میں کر لینے سے پھر کسی قسم کے شک و شبہات دلوں میں باقی نہیں رہتے۔

(۹) گورو کون ہے؟ کہاں ہے؟ اس کے متعلق پرم سنت کبیر صاحب مہاراج کا یہ کلام ہے:۔

سوال:۔

گورو تمہارا کہاں ہے؟ چیلا کہاں رہائے؟
کیونکر کے ملنا بھیا؟ کیسے بچھڑ جائے؟

جواب:

گورو ہمارا گگن میں، چیلا ہے گھٹ مانہہ
سُرت شبد میلا بھیا، بچھڑت کبھوں نانہہ

(۱۰) اس دوہے کا مطلب یہ ہے۔ کہ سرت میں چیلا اور شبد میں گورو ہے۔ سُرت کا استھان گھٹ میں اور گورو کا استھان گگن منڈل میں ہے۔ ان کے ملنے کی ترکیب سُرت شبد یوگ کا طریق ہے۔ دوسرے لفظوں میں سُرت شبد کا ملاپ گورو چیلے کا ملاپ۔ گھٹ اور گگن کا ملاپ ایک معنے رکھتا ہے اور جب یہ ملاپ ہو جاتا ہے تو اس وقت جدائی نہیں ہوتی۔

(۱۱) جب تک سوال کیا جاتا ہے۔ تب تک سوال کرنے والا سوالی کہلاتا ہے۔ اور جب اسے جواب مل گیا تو سوال

اور جواب ملکر دونوں ایک ہو گئے۔ سوالی اور جوابی دونوں کی حیثیت یکساں ہو گئی۔ ایسی حالت میں گورو اور چیلے کی ذات نہ صرف متماثل اور متشابہ ہوئی۔ بلکہ وحدت کی نظر سے ایک ہو گئی اور جب ایک ہو گئی تو پھر جدائی کیسی! انسان کامل تمہارے اندر ہے۔ کیونکہ وہ آیڈیل ہے۔ آدرش ہے۔ آدرش اشٹ ہے۔ اور اشٹ مستک (دماغ) میں رہتا ہے۔ رادھاسوامی مت اسی آیڈیل کے ساکشاتکار کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔

(۱۳) جو بات لوگ لگاؤ و لپیٹ سے کہتے ہیں۔ اور صاف صاف نہیں بیان کرتے۔ میں نے بالکل صاف صاف بیان کر دیا۔ اب چاہے کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اگر سمجھ میں آ گئی تب تو رادھاسوامی مت اس کے لئے مفید ہو گا اور اگر سمجھ میں نہیں آئی تو پھر اس کو کچھ ست سنگ کے فیض حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

نوٹ:۔ اسے ہم کسی اور موقع پر دوسرے طریقہ پر بھی سمجھانے کی کوشش کریں گے۔

رادھاسوامی دھام ۵ ستمبر ۱۹۳۰ء

---

۸ - وعدہ واثق

(۱) میں آیا ہوں گیان بتانے ۔ گیان مہا سکھدائی
گیان ہی سچ ہے ۔ سچ کا سادھن ۔ سچ میں سکھ کی شانتی

(۲) بات بات میں تم کو سمجھاتا ہوں کھیل کھیل میں سنا دوں
ہنسی ہنسی میں سارا گیان دوں چٹکی بجا کر سمجھا دوں

(۳) نہیں بھیانک کٹھن ہے میرا اپدیش ہے بانی میری
سلجھاتی ہے جیون کی گتھیاں سب ہی جانی میری

(۴) میری سنگت میں جو آئے ۔ تیرتھ پائے اشنان کرے
کام کرودھ اور تمام موہ کش کرے ۔ سنتوں کی پہچان کرے

(۵) ستگورو نے جو مجھے بتایا ۔ وہی بتاؤں گا تم کو
رادھا سوامی کی کرپا سے سنت بناؤں گا تم کو

۹ - موت اور زندگی

(۳)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو سنگت ماہ جون ۱۹۳۱ء)

زندگی مرنے کے بعد آتی ہے ۔ جو نہیں مرتا وہ زندگی سے

لطف سے ویسے ہی نا آشنا رہتا ہے۔ جیسے اگر کسی شخص کو سوشپتی اوستھا میں جانے کا موقع نہ ملے تو اُسے جاگرت اوستھا یا حالت بیداری کی زندگی اور طراوت ہرگز ہرگز نصیب نہیں ہوگی۔ اس لئے یہہ جنم مرن کا مسئلہ قدرت میں کسی خاص غرض اور مصلحت کی وجہ سے ہے۔

جس طرح ہم جاگتے ہوئے کرم کرتے ہیں اور سوپن میں اُن کرموں کے پھل کو بھوگتے ہیں۔ اور پھر سوشپتی میں جا کر کرم اور بھوگ دونوں سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جب اس جاگرت جیون یا بیداری کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ تو سوپن جیون یعنی خواب کی زندگی کی باری آتی ہے۔ اور اُس کے ختم ہونے پر سوشپتی نصیب ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح سے جب جیو اس ستھول شریر کو چھوڑتا ہے۔ تو وہ ہیولانی جسم یعنی سوکشم شریر کے ساتھ عالم فضا یا آکاش منڈل میں گھومتا رہتا ہے۔ جب یہہ حالت ختم ہو جاتی ہے۔ تب اُسے لے کی اوستھا میں جانا پڑتا ہے۔ جو روزانہ زندگی کی سوشپتی سے مشابہ ہے۔

جیسے ہمارا اندر چوبیس گھنٹہ کا جاگنا سونا اور سوشپتی میں جانا ہے۔ ویسے ہی سَو برس یا اُس سے کم کی میعاد کے بعد جنمنا مرنا اور لے ہونا ہوتا ہے۔ دونوں حالتیں باہم گر مشابہ ہیں۔ اُن کے درمیان صرف پیمانہ کا فرق ہے روزانہ جاگرت سوپن اور سوشپتی چوبیس ۲۴ گھنٹہ کی ہوتی ہے

اور دوسری حالت سو برس یا اس سے زیادہ کی میعاد رکھتی ہے۔ جو روز روز کیفیت ہوتی ہے وہی مرنے کے بعد بھی نصیب ہوتی ہے۔ موت اس لئے کوئی خوف یا ڈر کی حالت نہیں ہے۔ اور نہ اس سے ڈرنے کی ضرورت ہے۔

سوال:۔ یہ سب تو ٹھیک ہے۔ لیکن جو سات طبقات موت زندگی اور نے کے آپ نے قائم کئے تھے۔ ان کی نسبت کیا سمجھا جائے؟ وہ کون سے سات طبقات ہیں؟

جواب:۔ اوم بھور۔ اوم بھوا۔ اوم سوہ۔ اوم مہہ۔ اوم جنہ۔ اوم تپہ۔ اوم ستیم۔

ان طبقات کے ہر حصہ میں بھی شروع سے لے کر آخر تک یہی تقلیبی سلسلہ قائم رہتا ہے۔ اور جب ست تک رسائی ہو جاتی ہے تب اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ اخراج ظہور کی حالت ہے اور ادخال موت کی کیفیت ہے۔

بھولوک سے لے کر ست لوک تک اسی داخل خارج کا سینہ گردانا جاتا ہے۔

سوال:۔ ست لوک گویا ظہور۔ اخراج۔ کی پہلی حالت ہے۔ اور بھولوک آخری حالت ہے۔

جواب:۔ نہیں! یہ داخل خارج اور جذب لمحہ لمحہ سانس سانس پر ہوتی رہتی ہے۔ وہ ہمارے تمہارے

حرکات تنفس کی شاہی ذات میں موجود ہے۔ سانس باہر
آتی ہے یہہ اخراج اور اندر جاتی ہے سانس لیتی ہے یہہ دخال
اور واپسی ہے۔ سانس جب رکتی ہے یہہ رکنے کی حالت
سکتہ ہے۔

سانس کے باہر نکلنے کو ریچک۔ سانس کی واپسی کو پورک
اور سانس کے ٹھیرنے کو کمبھک کہتے ہیں۔ یہہ یوگیوں
کی اصطلاح ہے۔ جب کہ یوگی حرکات تنفس میں ریچک
پورک کمبھک کہا کرتے ہیں اور دلوں کی اصطلاح میں
نفی اثبات استغنی اور پہرسی ہے وعلی ہذا القیاس الحکم
غرض کہ سب تنفس کی ہے یہہ تنفسی کیفیت ذرہ سے لیکر
پہاڑ تک میں موجود ہے۔ اور یہی دنیا انسان حیوان سب
اس کے ماتحت ہیں ۔

موت کوئی بری حالت نہیں ہے۔ اور نہ یہہ دکھ دائی
ہے۔ جس کو یہہ خیال کر لیا گیا۔ آدمی موت کے نام پر خوش یا موت
کے ساتھ اس کو پیار ہو۔ اور موت کی نسبت کوئی کبھی
شکایت کی زبان نہ کھولے کیونکہ موت اصل میں خوشی کی
حالت ہے۔ جس میں چلے جانے سے انسان کے دکھ
درد۔ اور مصیبتوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے ۔

پھر کیا وجہ ہے کہ لوگ شروع سے لے کر اور آج تک
موت کے نام کی نظر آتے ہیں۔ اور ہر شخص اس سے بچنے
کا خیال رکھتا ہے۔ اس کے کئی سبب ہیں۔ اول عام طور کا

اگیان اور پھر ہم دوسرے موت کے بعد حالت سے بیخبری تیسرے دنیا میں سازوسامان سے وابستگی پھر عادتاً کوئی شخص ان کے چھوڑنے کا خواہشمند نہیں ہوتا ہے۔ یہہ تین سبب ہیں جن سے موت کو برا کہا جاتا ہے۔ اصل میں صرف دو ہی سبب ہیں۔ ایک لامعلوم واقعہ کا خیال اور دوسرے وابستگی۔

موت کے بعد کیا حالت آتی ہے۔ اس کی نسبت ایک شاعر کا کلام ہے:-

پھرا نہ ملک عدم سے کوئی کہیں پوچھوں
مسافرو! کہو منزل پہ کیا گذرتی ہے

اور اسی اگیان کے خیال کو سب لوگ مضبوط کرتے چلے جاتے ہیں۔ نئے مقامات کی تبدیلی کا خیال ہمیشہ دل پر خاص قسم کا اثر پیدا کرتا ہے۔ یہہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ لوگوں نے دنیا کے سازوسامان کے ساتھ اپنی غلطی سے ناجائز اور گہرا تعلق پیدا کر رکھا ہے۔ یہہ کوئی قابل تعریف بات نہیں ہے۔ میں اس تعلق کو ناجائز کہتا ہوں۔ جہاں یہہ ناجائز ہے وہاں نامناسب بھی ہے اور ساتھ ہی ساتھ خلاف فطرت بھی ہے۔ اس وابستگی کی تہہ میں بھی وہی اگیان یا جہالت کام کرتا ہے۔ وقت آتا ہے اور وقت جاتا ہے۔ لڑکپن گیا جوانی آئی۔ جوانی گئی ادھیڑپن آیا۔ ادھیڑپن گیا۔ بڑھاپا آیا۔ دیکھو ان حالتوں کو چھوڑتے ہوئے کسی کو کیا تکلیف ہوئی۔ ایک قدرتی چکر تھا

جو چلتا رہا اور کسی نے خیال بھی نہیں کیا۔ کہ یہہ حالتیں کیسے آئیں اور کیسے جا رہی ہیں۔ ہم جاگتے ہیں۔ ہم سوتے ہیں۔ ہم سوشپتی میں جاتے ہیں۔ ایک حالت کے بعد دوسری حالت آتی ہے۔ ان حالتوں کی تبدیلی میں بھی کسی کو کیا دکھ ہوتا ہے بلکہ خوشی ہی خوشی ملتی ہے۔ جس طرح سانس آتی ہے اور سانس جاتی ہے۔ اگر اسی طرح کا سلوک تعلقات کے ساتھ کر لیا جائے اور اسی نظر سے دیکھا جائے تو اس ناجائز اور نامناسب دلبستگی پر گرہ ہٹنے کی ضرورت نہ رہے۔ اور جیسے تمام مخلوق مرتی اور جیتی ہے ایسے ہی انسان کا بھی حال ہو۔ لیکن انسان اس معاملہ میں حیوانوں سے بھی گیا گذرا ہے۔ حیوان اپنے بچوں کے ساتھ اسی وقت تک محبت کا دم بھرتے ہیں۔ جب تک وہ روزی کمانے کے قابل نہیں ہوتے۔ اس کے بعد ان کے تعلق کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن انسان ناحق جانتے ہوئے بھی کہ یہہ تمام تعلقات عارضی ہیں۔ انھیں اپنے گلے کی مضبوط خیالی زنجیر بنا کر جکڑ لیتا ہے۔

جو گیا اچھا گیا۔ جو مرا اچھا مرا کیونکہ موت ناخوشگوار حالت نہیں ہے۔ خوشگوار حالت ہے۔ یہہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ جب آدمی مر جاتا ہے اس کے تمام قیود کی زنجیریں پاش پاش ہو جاتی ہیں۔ اگر وہ روگی ہے تو اس کا روگ جاتا رہتا ہے۔ اور اگر اسے لوگ ستاتے ہیں تو ان کا ستانا بھی موقوف ہو جاتا

ہے۔ دُنیا کی طرف سے آنکھ بند ہوئی۔ چراغ گُل اور پگڑی غایب کا تماشہ آگیا۔ یہہ ایسی بات ہے جس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔

ایک فارسی شاعر کا کلام ہے۔

دویدن رفتن استادن نشستن خفتن مُردن
بہر منزل بود راحت بیا بنگر مراتب ہا

ترجمہ:- دوڑنے سے چلنے میں زیادہ آرام ہے چلنے سے کھڑا ہونے میں زیادہ آرام ہے۔ کھڑے ہونے سے بیٹھنے میں زیادہ آرام ہے۔ بیٹھنے سے سونے میں اور سونے سے مرنے میں زیادہ آرام ہے۔ اب تم بطور خود سوچ لو کہ یہہ بات سچی ہے۔ یا جھوٹی ہے اور اسے سمجھ کر موت کی طرف سے بالکل بےخوف رہو۔

مرنے والے کی موت پر لوگ روتے ہیں۔ مرنے والا تو مر گیا بھائی! تم کیوں روتے ہو؟ مرنے والے کے لیئے روتے ہو یا کوئی اور اس کا سبب ہے؟

"خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں"

یہہ مرنے والے کے لیئے نہیں روتے ہیں یہہ اپنے لیئے روتے ہیں۔ اور ان کا رونا بھی اگیان اور بھرم کی وجہ سے ہے جو زندگی کہ کسی اور کی مدد کی محتاج ہے وہ کمینہ زندگی ہے۔ اِن پسماندگان کو چونکہ متوفی کی ذات سے طرح طرح کی اُمیدیں تھیں اس سے وہ ماتم کرتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ تو ماتم کا سانگ بناتے ہیں۔ یہہ رسمی بات ہے

جیسے "سیاپا" بولتے ہیں۔ اس سیاپے کے رسم کا رواج میں نے پنجاب میں دیکھا ہے۔ آدمی مرگیا۔ برادری کی سو پچاس عورتیں اکٹھی ہوئیں۔ چھاتی پیٹتی جاتی ہیں۔ مرثیہ پڑھتی جاتی ہیں۔ اور ہائے ہائے کیا کرتی ہیں۔ ایسے موقعوں کی پیشوا نائن ہوا کرتی ہے۔ نائن راگ کی ایک کڑی گاتی ہے تمام عورتیں اُسے خوش الحانی سے دُہراتی ہیں۔ اور پھر ہائے ہائے کرتی ہوئی چھاتی کوٹتی ہیں۔ پنجابیوں کا سیاپا ایک خاص قسم کا تماشہ ہے۔ جو دیکھنے کے قابل ہوتا ہے دس منٹ تک تو عورتیں اس طرح پر ہائے! اوئے! کرتی رہیں اس کے بعد ایک عورت نے کہا "میرے یہاں میت ہوگئی تھی۔ تو سیاپا کرنے نہیں آئی" اور پھر لڑائی جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی سیاپا ہونے لگتا ہے۔ اب غور کرو۔ یہ کوئی دُکھ ہے تکلیف ہے یا کیا ہے! مرنے والا مرگیا خوشی سے گیا سنبھالے کے وقت وہ سنبھل بھی گیا تھا۔ یہ دیکھنے والوں نے دیکھ بھی لیا اور اُس نے اپنا دم توڑ دیا اب یہ عزیز اور رشتہ دار روتے ہیں تو کیوں روتے ہیں۔ ان کے رونے دھونے کی ضرورت کیا ہے اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اگر یہ کہو کہ مرنے والے کے بعد گھر والوں کے کاروبار بند ہو جائینگے تو یہ غیر ممکن ہے۔ وہ چلا جاتا ہے اور دنیا پھر اپنا کام دھندا کرتی ہے۔ اصل میں نہ کوئی کسی کا محتاج ہے اور نہ دست نگر ہے۔ یہ تمام محتاجگی اور

دست نگری اگیان اور بھرم کی بدولت ہے ۔
اس لئے نہ تم کسی کی موت پر آنسو بہاؤ اور نہ اپنے لئے
روؤ ۔ یہ سخت غلطی ہے ۔

مذہبی استادوں اور گوروؤں نے تو غضب ہی ڈھا دیا
ہے ۔ سوامی شنکر آچاریہ فلاسفروں کے سرتاج کہے جاتے
ہیں ۔ وہ فرماتے ہیں ۔

پنرپی جنمم پنرپی مرنم پنرپی جننی اٹھرے شینم
لے سنسارے اتی دستارے پاہی مرارے
بھج گوبندم بھج گوبندم گوبندم بھج موڑھ متے

ترجمہ ۔ بار بار جنمنا ۔ بار بار مرنا ۔ بار بار ماتا
کے پیٹ میں قرار پکڑنا ۔ اس دنیا میں مصیبت ہی ہے ۔
الامان ! الامان !! اس واسطے اے نادان اپنے مالک
کو یاد کر ! اپنے مالک کو یاد کر ۔

یہاں پر یہ کہنا پڑتا ہے کہ سوامی جی مہاراج کو لذت
مرگ سے ناآشنائی تھی ۔ وہ یا تو قبول کیجئے کہ مرنا خوشی کی
حالت سے ناممکن ہے ۔ شائد کسی اور خیال سے ایسا کہا ہو ۔

اور میں کیا کہتا ہوں ؟

میں مرجیوا سمند کا ڈبکی ماری ایک — مرکر جینے والا
مٹھی لایا پریم کی جا میں وستو انیک

ترجمہ ۔ میں اس بحر ہستی کا مرکر جینے والا غوطہ خور
ہوں ۔ اس کی گہرائی میں غوطہ مارا اور مرگیا اور پریم کی مٹھی

بھر کر لایا جس میں مختلف قسم کے قیمتی جواہر تھے۔ اگر موت نہ ہوتی تو زندگی کا لطف ناکارہ ہوتا۔ موت نہ ہوتی تو زندگی کی سرگرمیوں کو تماشہ دکھانے کا موقع نہ ملتا۔ موت نہ ہوتی تو اس وقت جو ہم زندگی کی بات چیت تم سے کرتے ہیں کبھی نہ ہوتی۔

کیا وجہ ہے۔ کہ اگر کسی کو ان باتوں کی سمجھ ہے تو وہ صاف صاف موت کی خوشی دینے والی حالت کا اظہار کیوں نہیں کرتا! اسے پردہ میں کیوں رکھتا ہے! بھرم اور مغالطے میں ڈال کر کیوں انسان کو خوف زدہ کرتا ہے۔ جہاں تک میرا خیال جاتا ہے بسنت مت کا اقتضا یہہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس زندگی اور موت کے مسئلہ پر بڑی وضاحت کے ساتھ خوبصورت روشنی ڈالتا ہے۔

ہم کو تو یہہ خوشخبری دی گئی ہے۔ کہ جس وقت ہم اس جسم سے کوچ کرنے پر ہوں گے ہمارے راستہ میں روشنی ہوگی طرح طرح کے باجے بجتے رہیں گے۔ ایک کے بعد دوسرے مقامات آئیں گے۔ اور یہہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اور زیادہ خوشی دینے والے ہونگے۔

اے موت! تو آجا! مجھے تیرا خوف نہیں ہے۔ تیرے ڈنس دوسروں کے لئے دکھ دائی ہوں ہیں ان کو حد درجہ کا لذت بخش سمجھتا ہوں۔ تو آئے گی میں خوشی سے تیرا خیر مقدم کروں گا۔ اور تجھ سے اس طرح ملوں گا جس طرح سے

کوئی اپنے پیارے دوست سے ملتا ہے۔
پھر میں میر صاحب کا کلام اس مضمون کے خاتمہ پر سناتا ہوں۔

جا مرنے سے جگ ڈرے موہی بڑا انند
کب مریہوں کب پایہوں پورن پرمانند

(کبیر صاحب)

رادھا سوامی دھام ۲۱ر فروری سنہ ۱۹۳۱ء

۱۰ - ارشادات

[وحدت]

(۱) اکائی ایک کی ہے - اور یکتائی بھی ایک کی ہے۔ ایک ہی سے اکائی - دہائی - سینکڑہ - ہزار سب پیدا ہوتے ہیں۔ یہہ ایک ہی ہے۔ جو ایک سے لے کر شنکھ اور مہا شنکھ تک صورت بدل بدل کر اپنا تماشہ دکھا رہا ہے - لیکن ایک ایک ہے - اور یہہ سب صورت آرائیاں اینک کہلاتی ہیں - جس نے ایکم کے راز کو سمجھ لیا اُسے

ایک کا بھرم نہیں ہوتا لیکن جس نے ایک کا راز نہیں پایا وہ ایک کے بھرم میں آ کر بری طرح مارا گیا۔

(۲) دل ایک ہے۔ کہیں کہیں طرف لگایا جائے۔ اگر ہر طرف لگایا جاتا ہے تو پھر سب کے اثرات اس کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ اور اس خلط ملط میں وہ کھو جاتا ہے۔ اس لئے عقلا حکما فقرا اور علما نے سوچ سمجھ کے بعد ایک کی اہمیت ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے۔

(۳) ایک ہی سادھے سب سدھے۔ سب سادھے سب جائے
مالی سینچے مول کو پھولے پھلے اگھائے
پات پات کے سینچے پرکش کو دیا سکھائے
مالی سینچے مول کو مول میں سبھی رہا جائے
سب آئے اس ایک میں ڈال پات پھل پھول
اب کہو پاچھے کیا رہا گہہ پکڑا جب مول

(۴) وحدت میں راحت ہے۔ کثرت میں اضطراب ہے جس نے ایک کا سہارا پکڑ لیا اس نے سب کچھ کر لیا کیونکہ اسی ایک میں سب کچھ ہے۔ اور جس نے ایک کی عوض میں دو کے ساتھ تعلق پیدا کیا وہ ادھر کا مارا ادھر اور ادھر کا مارا ادھر پھرے گا۔ نہ یہی ملے گا نہ وہی ملے گا۔

کہا گیا ہے:-

دبدھا میں نہیں شانتی نہیں دبدھا بسرام

دبدھا میں دونوں گئے مایا ملی نہ رام
دورنگی چھوڑ دے یکرنگ ہوجا
سراسر موم ہو یا سنگ ہوجا

(۵) تم کہو گے ہم کثرت کی دنیا میں پیدا کئے گئے۔ کثرت میں رہ کر وحدت کا تصور کس طرح کریں؟ میں نے پہلے ہی کہہ دیا ہے۔ کہ یہہ کثرت کچھ نہیں ہے۔ صرف ایک ہی کی مختلف اور متعدد صورت آرائیاں ہیں۔ ہر جگہ ایک ہی کھیل رہا ہے۔ اس ایک ہی کے بکثرت کھیل کا نام کثرت ہوگیا ہے۔ اور اگر ذرا غور کرو تو ہر جگہ تم کو کثرت میں وحدت کا تماشہ کھلی آنکھوں سے دکھائی دے۔ مثلاً تم ایک ہو ایک ہوتے ہوئے تمہارے ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں نام روپ ہیں۔ میاں! تم ہی تو ہو۔ کسی کے سالے ہو کسی کے سسرے ہو۔ کسی کے داماد ہو۔ کسی کے بچا ہو۔ کسی کے باپ ہو۔ کسی کے افسر ہو۔ کسی کے ماتحت ہو۔ کسی کے گاہک ہو۔ کسی کے خریدار ہو۔ کثرت کے مدات کو بڑھاتے چلو اور یہ شیطان کی آنت کی طرح بڑھتی ہوئی چلی جائیگی۔ اور تمہارے نام اور روپ میں عجیب عجیب کثرتی تعلقات کے نظارے نظر آتے رہینگے۔ مزے کی بات تو یہہ ہے۔ کہ نام کے ساتھ روپ بھی بدلتا رہتا ہے۔ جیسے تم جس وضع میں اپنے ماں باپ کے سامنے رہتے ہو اس وضع میں اپنے ساس سسر کے سامنے نہیں رہ سکتے۔ یہاں تم کو عزت کا خیال

نہیں رہتا۔ وہاں عزت کا خیال رہتا ہے۔ جو وضع تمہاری گھر میں رہتی ہے۔ وہ دفتر میں نہیں رہتی۔ غرضیکہ نام اور رُوپ کی اس قدر اس عالم کثرت میں بھرمار ہے کہ جن کا شمار کرنا تمہارے اختیار سے باہر ہے لیکن اپنی طرف نظر کرو۔ تم ایک ہو یا اینک ہو؟ تم کہو گے ہم تو ایک ہی ہیں اس طرح تم ایک ہوتے ہوئے اینک کا تماشہ دکھا رہے ہو۔

(۶) سمندر ایک ہے۔ سمندر کی طرف نگاہ کرو۔ وحدت۔ سمندر کے بوندوں۔ بلبلوں اور ہزاروں کی طرف نظر کرو کثرت۔ صرف نظر ہی کا تو فرق ہے۔ اور تو کچھ نہیں۔ اصل میں نظر ہی وحدت ہے نظر ہی کثرت ایک ہی سمندر میں وحدت اور کثرت دونوں ہی کے نظارے ساتھ نظر آ رہے ہیں۔

(۷) تمہارا جسم ایک ہے وہ تمہارے جسم کے رگ و ریشہ اعضا اور حواس خون ہڈی گوشت پوست وغیرہ وغیرہ بے حد و حساب ہیں جس وقت نگاہ جسم کی طرف جاتی ہے ایک نظر آتا ہے اور جس وقت اس کے اجزا کی جانب نظر جاتی ہے اینک کا تماشہ زیر نگاہ آتا ہے۔ لیکن جسم ہمیشہ ایک کا ایک ہی ہے۔

(۸) اسی طرح تم جنگل پہاڑ۔ ریگستان باغ آبادی ویرانہ غرضیکہ قدرت کے تمام مظاہر میں وحدت کو دیکھو تو وحدت کثرت کو دیکھو تو کثرت!

دریا دیکھوں کہ سمیرِ دریا دیکھوں!
یا صحنِ کوہ و دشت و صحرا دیکھوں!
ہر سو تری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے
حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں!

(۹) قدرت ایک اور قدرت کے مظاہر بے حد و حساب ہیں۔

(۱۰) اسی طرح مذہبی۔ مجلسی اور خیالی عالم (پرمارتھک بیوہارک۔ اور پرتی بھاسک ستّا) میں وحدت اور کثرت ساتھ ساتھ پہلو بہ پہلو چلتے ہیں۔ اگر لطف اٹھانا ہے تو دونوں کا اکھاڑہ منع کون کرتا ہے اور اگر یہ نہیں منظور ہے اور درد سر خرید لیتا ہو تو کثرت کی طرف جائیے۔ اور اگر علیحدگی اور تنہائی خواہ خلوت کی راحت منظور ہے تو پھر وحدت کی طرف خیال کرو۔

(۱۱) پرمارتھک ستّا (روحانی عالم) کی نظر سے ویدانتی کہتا ہے "ایکو ہم (انا واحد) میں ایک ہوں اور حقیقت میں نظر کے دامن کے سکوڑ لینے سے ایک کے سوا نہ کوئی رہتا ہے اور نہ کسی کی صورت نظر آتی ہے۔ جیسے سوشپتی کی حالت میں نہ کہیں ایشور ہے نہ وید ہے نہ پران ہے۔ نہ دھرم ہے نہ کرم ہے۔ نہ بیوی ہے نہ بال بچے ہیں اور ہے کیا؟ وہی ایکو ہم (انا واحد) اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ایشور کا وجود ہے تو پھر بھائی! سوشپتی میں پہنچ کر ہم کو خبر دے اور ہم کو

چاہے خبر نہ دے اپنے آپ کو خبر دے لے۔ اگر اُسے اطمینان ہے تو ہم کو بھی اطمینان ہو جائے گا۔ لیکن مشکل تو یہ ہے۔ کہ سوشپتی کی حالت میں خبر اور بے خبری دونوں ہی کا گمان نہیں رہتا ہاں! اتنا ضرور ہوتا ہے:-

آنرا کہ خبر شد خبرش باز نہ آمد

(جس کو خبر ہو گئی اُس کی پھر خبر نہیں ملتی) آنرا کہ خبر نیست خبردار نہ باشد (جس کو خبر نہیں ہے وہ خبردار نہیں ہے) اس طرح پردہ ایک ہے اور وہ ایک بھی کیسا؟ جس کا کوئی بھی شریک بھی نہیں۔ وحدہٗ لاشریک لہٗ۔ یہ کون ہے؟ جو شخص یہ کہے کہ وہ خدا ہے وہ اگیانی و جاہل ہے کیونکہ مذہبی دنیا میں خدا کے ساتھ فرشتے ارواح خدا کی ذات اور صفات۔ شیطان۔ ابلیس سب ہی شامل رہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص "وحدہٗ لاشریک لہٗ" ہے تو وہ صرف ہماری ذات ہے۔ ہم وحدہٗ لاشریک لہٗ ہیں اور ویدانتی کی نگاہ اسی قسم کی وحدت کی طرف ہے:۔

(۱۲) بیوہارک ستا (مجلسی عالم) میں کثرت پسند نگاہ بنانے کی وجہ سے اضطراب رہتا ہے۔ ورنہ اگر اس میں بھی وحدت میں نظر بنائی جائے تو انسان تمام دنیا میں اکیلا ہی اکیلا اسی طرح نظر آنے لگا۔ جس طرح ایک جسم کے ساتھ تمام اعضا اور حواس گتھے ہوئے کام کر رہے ہیں۔ اور جس طرح ایک سمندر میں تمام بوندیں پروئی ہوئی

رہتی ہیں ؛

(۱۳) پرتی بھاسک ستّا (عالم خیال) ہی ہیں وحدت اور کثرت دونوں رہتے ہیں۔ یہہ دنیا کیا ہے؟ خیالی ہے۔ خیال سے زیادہ نہ اُس کی وقعت ہے نہ ہستی ہے نہ اہمیت رہے یہہ منوراج ہے اور من کی کلپنا ہے۔ اسی نظر سے اس جگت کو کلپت کہا جاتا ہے۔ یہہ خیالی اور کلپت جگت کس میں ہے؟ خیال اور کلپنا میں ہے۔ یہہ خیال اور کلپنا واحد شے ہے۔ غرضیکہ اگر چشم وحدت میں مل جائے تو پھر سوائے وحدت کے اور کوئی شے نظر نہ آئے اور یہی سبب ہے۔ کہ جب وحدت کا خیال زور کے ساتھ کسی کے دل پر حاوی ہو جاتا ہے۔ تب پھر وہ مست ہو کر کہتا پھرتا ہے :-

"ایکم اور یتیم - انا دم - انتم کیولم - اکھنڈم وغیرہ وغیرہ"

(۱۴) اب سوال یہہ ہے کہ ہم وحدت پسند ہیں یا کثرت پسند ہیں؟ جواب یہہ ہے نہ تم میرے کہنے سے وحدت پسند ہو گے نہ کثرت پسند ہو گے جدھر تمہاری طبیعت کا میلان ہو گا وہی وضع تم کو پسند آئے گی لیکن میں یہہ کہوں گا کہ نیکانت یا کثرت کے مقابل میں ایکتو یا وحدت کا خیال اچھا ہے۔ معراج خیال یہہ بھی نہیں ہے۔ یہہ بھی درمیانی مرحلہ ہے۔ معراج خیال تو کثرت اور وحدت دونوں سے پرے ہے۔ کثرت اور وحدت کی ہستی صرف

نسبتی طبقات میں ہے - اور جب ہم نسبتی طبقات میں رہتے ہیں - اور ان کی ہم کو سمجھ بوجھ بھی ہے - تو وحدت پسندی اچھی بنتی ہے ۔

(۱۵) وحدت پسندی پتی ورتا عورت کی طرح ہو - پتی ورتا اُسے کہتے ہیں جو پتی مکھ ہوتی ہے ۔

کہا گیا ہے :-

(۱) -- پتی ورتا کے ایک ہے دیبھچارن کے دو۔
پتی ورتا دیبھچارنی کہو کیوں مبلا ہوئے

(۲) -- پتی ورتا کو سُکھ گھنا جا کے پتی ہے ایک
من میلی دیبھچارنی جا کے خصم انیک

(۳) -- پتی ورتا میلی بھلی گلے کانچ کی پوت
سب سکھیاں میں یوں دپے جیوں رَبی ششی جوت

(۴) -- پتی ورتا پتی کو بھجے اور نہ آن سوہاے
سِنگھ بچا جو لنگھنا تو بھی گھاس نہ کھاے

قائمہ گٹس

(۵) -- پتی ورتا دیبھچارنی اک مندر میں باس
وہ رنگ راتی پیو کی وہ گھر گھر پھرے اُداس

رادھا سوامی دھام یکم اگست سنہ ۱۹۳۰ء

۱۱۔ ایک صد اور صد ہزار

ہے الف ایک اور ہزار ہے وہ
بن کے بے شقے سے بے شمار ہے وہ

تجھ کو وحدت میں وہم کثرت ہے
تنگ کر راہ پیچدار ہے وہ

جس خدا کی ہے عقل کا خبطی
شاعروں کا میان یار ہے وہ

دل میں دلبر ہے دلبری کی شان
دل کو گر دوست یار غار ہے وہ

ہے خدا تیرے دل کا وہم و خیال
شغل دل کا ہی برگ و بار ہے وہ

کس خدا کے ہیں خبطی بے شمار
ایک صد اور صد ہزار ہے وہ

خبط کی ہے چکی ہے ع صدا لطا
چھوڑ دے اس کو سر کا بار ہے وہ

۱۲۔ مراسلات

۱۔ خط بنام بابو موتی لال جی مختار فتحپور رادھا سوامی دھام

پیارے بھائی! رادھا سوامی

کیوں جی ہیں یہ تمہارے کیسے انداز
پڑی ہو کہ مرغ یا ہوش پرواز

خاموش ہو کیوں؟ سبب بتاؤ
کچھ منہ سے کہو زباں ہلاؤ

بیوجہ یہ کیسی خامشی ہے؟ کیوں دل میں ٹھنی فراموشی ہے
خط کیوں نہیں بھیجا؟ ہے سبب کیا؟ ناخوش ہوئے غالباً عجب کیا!

کس سوچ میں ہو؟ وہ سوچ کیا ہے؟
کس فکر میں ہو؟ کیا ماجرا ہے؟

گل ہو تو مہک کے بو سونگھاؤ بلبل ہو تو چہک کے نغمے گاؤ
موتی ہو دکھاؤ آب اپنی اختر ہو دکھاؤ تاب اپنی
انسان ہو تو تم میں ہو محبت دل میں نہ ہو نام کو کدورت
گر مرد ہو مردمی کی ہو بات چالاک تو کھیلو داؤں اور گھات

میں نے نہیں سمجھا تم کو کیا ہو
یا لطف و عطا کہ یہ جفا ہو

کیا باغ کی ہے ہمارے صورت سوکھا کہ مرا ہے وہ کیسی حالت
چھائے تو اس کو سینچنا تم پانی ہاتھوں سے کھینچنا تم
دل اپنا بنانا ڈول جیسا! پانی الفت کا کھینچ لانا
تازہ تب ہوں گے پودے سارے آنکھوں کو لگیں گے پیارے پیارے

دیکھو گے عجب شگوفہ کاری
یاد آئے گا تم کو صنع باری

ہر نخل کتاب ہے مجسم مضمون نہیں ہے جس کا مبہم
ہر برگ ہے صفحوں کا تماشا گلشن میں ہے نکتیوں کا نقشہ
پتوں کی لکیریں سطر سمجھو عاقل ہو تو جی لگا کے پڑھ لو
مضمون ہے سب ہنسی خوشی کا غنچوں کا دہاں ہے لب پری کا

بے پر کی اڑانے والے آؤ

اس باغ کی سیر کرکے جاؤ

مقبول ہے چمن خدا کا گھر ہے	خود رہ کے وہ اس چمن جلوہ گر ہے
ہر گُل میں ہے رنگ و بو اُسی کی	کلیوں کو ہے گفتگو اُسی کی
گلزار خدا کا ہے سراپا	دیکھے جو کوئی ہوش بینا
گر سرو نماز میں کھڑا ہے	سجدہ میں گلِ شجر پڑا ہے

فردوس و آرام ہیں باغ گلشن
سمجھے کوئی با تمیز و پُر فن

اس باغ کا حال کچھ سُنانا	تحریر کی شکل میں دکھانا
خط لکھنا تو لکھنا نظم کے ڈھنگ	ہو نظم تمہاری شکل نیرنگ
تحریر میں نا چیتی پری ہو	مفتوں جسے دیکھ مشتری ہو
زہرہ شرما ہے پڑھ کے اُس کو	دلچسپی سے سطر سب بھری ہو

ویسے لکھنا عبث ہے بے سُود
ایسے لکھنے کا کیا ہے مقصود

متھرا — رادھاسوامی — شیوبرت لال

۱۰ ارمارچ سنہ ۱۹۱۳ء

۳۔ عرضداشت به تعمیل فرمان محتشم بالجاہ حضور علی مقدس رادھاسوامی دیال جی

ست پرش حضور رادھاسوامی دیال جی !	دست بستہ رادھاسوامی قبول ہو
ملا فرمانِ محتشم بالجاہ	رکھا سر آنکھ پر بہ عز و وقار

اگست سنہ ۱۹۱۴ء

پڑھ کے مضمون دل ہوا مسرور — آ رہا ہے دل کو صبر و قرار
معرفت کا ہے سر بسر دفتر — الف میں ہیں لکھے ہوئے پُر اسرار
ہے یہ ذخار بحر عرفاں کا — ہے غواص وہ دانا دل ہشیار
یہ نصائح کا بے بہا مخزن — پند تکبیر ال زیپ ہر دیوار
معتقد گو ہوں اور نہ بذلہ سنج — نکتہ رس ہوں اور نہ عاقل ہشیار
نظم اور نثر سے ہوں بے بہرہ — شعر گوئی کے فن سے بھی لاچار
پھر بھی تعمیل حکم واجب ہے — ہے عریضہ بشکل چند اشعار
بھول سکتا ہوں آپ کو کیونکر — یاد کرتا ہوں دل میں لیل و نہار
آپ کا دل ہے خود گواہ اس کا — ہے شہادت پھر اور کیا درکار؟
پاک قدموں پہ جبہ سائی کی — ہو گیا بخت خفتہ پھر بیدار
دل ہے شفاف مثل آئینہ — نام کو بھی نہیں ہے اس میں غبار
رہتا ہوں غرق خدمت حسب الارشاد — ہے زباں لحظہ لحظہ شکر گذار
لامکاں کا مکان ہے جو یہاں — ہے صحن خانہ اس کا اک گلزار
ہر خیاباں ہے مثل گلدستہ — زیر گل رشک طبلۂ عطار
آم کا پیڑ ہے سرو استادہ — ورد آوازۂ نماز لیل و نہار
چھوٹے امرود لہلہاتے ہیں — بیلے پر وہ برگ ہیں بڑے اشجار
ساتھ ہی عباس خوب رہتے ہیں — ہے بہیوں پہ بھی عجیب نکھار
پھول لیموں کا باشباب پہ ہیں — جوش مستی میں رہتے ہیں سرشار
ننھے پودے بھی خوب بڑھتے ہیں — پھول ہر طرح ہیں ہر رنگ چہار
بن کے محافظ دست قدرت نے — کلغیوں کا کیا ہے خوب سنگار
نوعروسی ہیں ان کے پیراہن — سرخ پوشش کی ہے عجیب بہار

اِن کی توصیف میں زبان ہے لال
زُہرہ خود بن کے مشتری ہے نثار
کلغی صد برگ جھُوم جھُوم کے خُوب
کرتے ہیں فرط عشق کا اظہار
گاہ ہمدوش گاہ ہم آغوش
گاہ مصروف ہیں بہ بوس و کنار
منظر حق ہیں یہہ گل و گلشن
بہر عارف و دانا دِل ہشیار
ہے دُعا رادھاسوامی! صبح و مسا
عفو کیجے خطائے بد کردار
ہو تصوّر د وِرد ہر لحظہ
اور زباں سے ہو تیرا ذکر اذکار
منزلیں ساری جلد پُوری ہوُں
جلد دیکھوں حضور کا دربار

از عنایات و لطف و خاص کرم
انپا بخش دھام بخشئے و ا بار!

رادھاسوامی دھام - رادھاسوامی - سیوکوں ہیں سب سے ادھم

۱۶ مارچ ۱۹۳۱ء موتی لال

۳- خط بنام بابو گوپال نراین صاحب بی - اے

پیارے بھائی! رادھاسوامی

خط ملا - پڑھا - سوچا - وچارا - خوش ہوُا - اور افسوس بھی کیا -

سنو! تم کو ابھیاس کرتے ہوئے عرصہ ہوگیا - یہہ سچ ہے تم نے ترقی نہیں کی یہ غلط ہے - ہاں ساکشاتکار نہیں ہوُا

یہہ صحیح ہے۔ من چنچل ہے۔ یہہ بھی درست ہے۔ اور من کو اس سے بھی زیادہ چنچل ہونا چاہئے۔ تم نے غور نہیں کیا۔ انسان جس قدر لطیف مزاج ہوگا اسی قدر اس کی چنچلتا بھی بڑھیگی۔ یہہ تو قدرتی بات ہے۔ کوئی نئی یا حیرت کی بات نہیں ہے ×

میں جانا من مر گیا۔ مر کر ہوا بھوت
پا پچھے میرے لگ پڑا ایسا میرا اوت

آٹے میں خمیر پڑ گیا۔ آہستہ آہستہ۔ آٹے کو خمیری بنا کر تب چین لے گا۔ خاطر جمع رکھو۔ یہہ قدرتی اصول ہے۔ ایسا ہو کر رہے گا۔ اس میں مجھے ذرا بھی شک نہیں ہے۔ اور تم بھی اس نتیجہ پر کبھی نہ کبھی پہنچ کر رہو گے ×

تجھ کو چنتا کیوں ہوئی ! تیری چنتا موہ
یک دن میٹوں بھرم سب۔ سہت کام ندگوہ

سبب ظاہر ہے۔ دور دور رہے۔ سال کے ایک مہینہ کی رخصت تک سے فایدہ نہیں اٹھایا۔ دنیاوی تعلقات بڑھتے ہی گئے۔ یہہ بڑھیں اور خوب بڑھیں۔ اس کا مضایقہ نہیں۔ نہ کوئی ان سے ہرج ہوتا ہے۔ ہاں خیالات عقیدت اور ست سنگ میں بے شک کمی رہی۔ اس کا افسوس

ہے۔

یہہ بھُول کر بھی نہ سوچو کہ میں تم کو بھُلا سکتا ہُوں۔ یہ غیر ممکن ہے۔ ایسا ہو نہیں سکتا۔ میرا خود کیا عمل ہے!

مالا پھیروں نہ ہری بھجوں مکھ سے کہوں نہ رام
میرا رام مجھے بھجے تب پاؤں بسرام

تم بالغ ہو گئے۔ اپنے آپ کو سمجھنے لگے۔ میں بھی تماشہ دیکھ رہا ہوں۔ یوں تو جو ہونے کو ہے ہو گا اور ہو رہا ہے۔ چاہئے تو یوں تھا:۔

تن من کی آسا تجی۔ نہیں ادھیاس شریر
پا پیچھے پاچھے ہری پھریں کہیں کبیر! کبیر!

موج پر رہتے تو نہ من چنچل ہوتا نہ شکایت کرتے اموج آدھین نہیں ہوئے۔ یہہ کسر رہ گئی۔ اس کا بھی مضائقہ نہیں۔

تو کیا سوچے رات دن؟ کیوں نہیں سوچے موہ
مجھ اسوچ کی سوچ سے۔ سوچ نہ دیا پے توہ

تاردُوں! تاردُوں!! تاردُوں!!! تاردُوں!!!! بس یہہ تیرے دیہہ کی کیا کہوں! تاردُوں کُل اود گیہہ

کھیل کھیل ہیں بھجن کر۔ سہج جوگ چت لائے
جو ہونا ہے ہون دے۔ گورو گم چت بسائے

نادان! فلسفہ یا ابھیاس سے کیا کام ہوتا ہے! آ کر ست سنگ کر! آنکھیں کھول! میرا رنگ قبول کر! اور شنکا ئیں رفع ہو جائیں گی۔ دیر ہوتی ہے تو گھبراہٹ کیوں ہے! اپنے سر کا بوجھ پرے پھینک! لا میرے سر پر رکھ دے! اور بچے کی طرح آزاد ہو جا! مزدوری کر کے تو نجات کے پھل کی امید کرتا ہے۔ قدرتی اصول آپ کام کرتا ہوا منزل پر لے جائے گا۔ پردے گھنے گاڑھے اور گہرے ہیں۔ ان کو اتر جانے دے! یہ اتر بھی رہے ہیں۔ تیرا خط اس کا ثبوت ہے جو خواہش ہے پوری ہو کر رہے گی۔

(۱) آسا ہیں پورن کروں داس نہ ہووے نراس
جو نراس سو ہوگا۔ سو نہیں میرا داس

(۲) اپنی آسا تیاگ دے۔ کرنت میری آس
ایک روپ ہیں لکھ پڑیں دونوں سوامی داس

(۳) کیا کرتا ہے سوچ تو۔ کرتا ہے ہنکار
اہم بھاؤ جو نہ تجے۔ کیسے لہے وچار

(۴) سہج سہج ہیں سہج ہیں سو سمجھے پدنربان
ست سنگت کر آن کر۔ لے شبد کا گیان

(۵) میرا ہو مجھ سرن رہ۔ تج آپا ابھیمان

پھر اس دوند بسار میں کال کرے نہیں ہاں

کیسا انتر! اور کیسا باہر! جو باہر ہے وہی انتر ہے۔ سمجھ کا پھیر ہے۔ جو انتر ہے وہی باہر نکلتا ہے جو باہر ہے وہی انتر جاتا ہے۔ جاگرت سوپن اور سوپن جاگرت ہے۔ تو نے اب تک نہیں سمجھا۔ جاگرت سے بھاؤ کو سچنا کر بیٹھا۔ جاگرت کے کام کے پھل سے ڈرنے لگا۔ لیکن سوپن کو مِتھیا جانا۔ سوپن کے قتل خون اور بُرائی کا خوف نہیں کیونکہ اُسے مِتھیا مانا ہوا ہے۔ یہی جاگرت کا بھی حال ہے۔ اُسے بھی مِتھیا مان لے تو پھر اس کے کام بھی سوپن کی طرح بےخوف محسوس ہونے لگیں۔ بغیر ست سنگ کے سمجھنا ذرا مشکل ہے۔ لیکن سمجھ جائے گا۔ آج نہیں کل سہی۔ کل نہیں پرسوں سہی! بغیر سمجھائے ہوئے نہیں مانوں گا اور نہ تو ماننے والا ہے۔ دونوں طرف سے دھار چلنے دے۔ یوبک جاگ اٹھیگا۔

جاگرت سوپن سمان کر گورو کے چرنن لاگ
جاگرت میں تو سوپن کر اور سپنے میں جاگ

دیکھ گوپال! نادان نہ بن! ذرا ہمت کر! میرا آسرا لے! اور بیڑا پار ہے۔ اور اگر نادان ہی بننا ہے تو کمسن بچہ کی

طرح نادان بن! دونوں ایک سی بات ہے۔ اور اگر تمہیں بننا ہے۔ تو نہ سیانا بن اور نہ نادان بن ٭

مجھ جیسا تو ہور ہے۔ تیاگ موہ بھرم بھول
رہنی ایسی دھار لے۔ جیسے کمل کا پھول

(٭)

نادان! کس نے تجھ سے کہا کہ تجھ پہ دیا نہیں ہے! اور تو نے مان کیسے لیا! اپنے دل سے پوچھ اور وہ جو کہے اسے سچا سمجھ! یوں ہی باتیں نہ بنایا کر یہ خیال ہی سے بھرم کو دور کر دیگا ٭

کون کہتا ہے تو عورت ہے! کیا میں نے کہا؟ اگر میں نے نہیں کہا تو کیا تو اوروں کی باتیں بھی مانتا ہے!

ہوش کا علاج کر! سوچ سمجھ کر بات کر پڑھا لکھا اور پھر بھی نفی پسند بنا رہا۔ تعجب اور حیرت ہے۔ پاس ہوتا تو سمجھا دیتا۔ اس وقت اتنا ہی اشارہ کافی ہے۔ کہ نیستی بھرم محض ہے ٭

شبد

گورو! تیرے چرنن کی بلہاری

(۱) بھرم مٹایا۔ موہ نسایا۔ مایا کی کٹی جھنجھٹ ساری

بسیار سمجھایا۔ تتو لکھایا نہیں رہا ہیں سنساری
(۲) بھئے نہ ستاوے بھو اڈراوے۔ نس دِن تیری رکھواری
موہ مہا چنتا نہیں دیا پے۔ میری اوستھا بھئی نیاری
(۳) جاگرت سوپن ایک سم لیکھا ہٹی ہٹے کی اندھیاری
نج سروپ کا درشن پایا۔ چہوندس رہے منگل کاری
(۴) اگھٹ پریم گھٹ انتر آیا۔ پریم کی پھولی پھلواری
چمپا شردھا بھگتی چمیلی۔ نرکھوں ہردے کی کیاری
(۵) رادھاسوامی گورو نے انگ لگایا۔ ہو گیا ہیں اگیاکاری
شبد یوگ کی کرو کمائی۔ گیان بھان گھٹ اجیاری

اور تم کو ملے گا۔ کھٹکھٹاؤ اور دروازہ کھلے گا۔
جب تم مانگتے نہیں تو دینے والا کیا دے! کیوں دے!
اور کسے دے! اور جب کھٹکھٹاتے نہیں تو کھولنے والا
کیوں کھولے! کس کے لئے کھولے اور کیا کیا کھولے!
اگر کچھ بھی سمجھ ہے تو اسے سمجھو اور بھٹکے بھٹکے نہ پھرو بتاؤ
قصور میرا ہے یا اور کسی کا؟ میں تو قصور کا قائل نہیں ہوں
کیونکہ "It is a negative idea"
جو اس پر یقین رکھتے ہیں وہ سمجھیں بشرطیکہ وہ سمجھنے کی
چیز ہو۔

رادھاسوامی دھام۔ رادھاسوامی
شیو برت لال

۴۔ جواب خط بنام بھائی لشمیشر ناتھ صاحب گجرات

پیارے بھائی! رادھا سوامی

خط ملا۔ پڑھا۔ خوش ہوا۔ جواب حسب ذیل ہے:۔
تجربہ کہتا ہے۔ ہر چہ گیرید مختصر گیرید۔ اور دوسرے کہ گیر محکم گیر۔ مختصر خط طول طویل تحریر سے بہتر ہوتا ہے بیرون ہی سے مطلب ہے۔ اور اب میں اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہوں کہ اگر بغیر توسط قلم یا زبان کے پیغام پہنچایا جا سکے۔ تو اور بھی بہتر ہے۔ قلم اور زبان دونوں ہی شخصی وسیلہ ہیں۔ ابتدا میں یہ ضروری ہوں۔ لیکن آخر میں اس قسم کے تعلقات اچھے ہوتے ہیں۔ جن میں دل، دل کے ساتھ ہمکلام ہو اس کی سمجھ ذرا بعد کو آتی ہے۔ دیر لگتی ہے۔ قبولیت اور قابلیت خواہ ظرفیت اور اہلیت کے مادہ کے تحریک کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اس لئے ابتدا شخصیت کی کی اہمیت لازمی قرار دی گئی:۔

شیخ افغان است و بے آلت چو حق
با مریداں داد بے گفتن سبق
ما بروں را ننگریم و قال را
ما دروں را بنگریم و حال را

یہ گورو کی نسبت ہے۔ اور مرید کی بابت یہ کلام ہے:۔

(۱) جو گورو لیسیں بنارسی شخصیت مضمون تیر
ایک پلک بھر سے نہیں جو کن ہوئے ستر پہ
(۲) لاکھ کوس جو گورو لیسیں دیکھے صورت پچھتائے
شبد تری آسوار ہو چھن آتش کے چھن جاگے — گرو شاد

میں نے جو کچھ لکھا تھا وہ شخصیت اور انانیت کی نظر سے تھا اور اس طریقہ میں عیسائیت اور عیسائیت کی اصطلاحات کا استعمال قدرتی ۔ لابدی اور لازمی ہے ۔

پیتم رہے کا یا کے اوٹے
بن کا یا بن ہم کیا لوٹے

جسم روح کی ہستی کے اظہار کا آلہ ہے ۔ زبان خیال کے اظہار کا اوزار ہے ۔ قلم اس خیال کے نقش و نگار کا سامان ہے ۔

میں تعجب ہوں ۔ کیوں ؟ جسم کی نظر سے ۔ اور جہاں جسم کا نشان اشارہ ہو ۔ وہاں اس کے ساز و سامان کو نظر انداز کون کر سکتا ہے ۔ یا کرے گا ۔ !

میرا اصل ہی کیا ہوں ؟ یہ کہنے سننے کا مضمون نہیں ہے ۔ اگر زبان اور قلم سے کہا بھی جائے تو جسم اور اجسام

فرق و بیت اسے سمجھ کیا سکے گی؟ اس لئے جو کچھ لکھا گیا ۔ مصلحتاً انظر کو اسی حد تک محدود رکھ کر اس کا لطف لینا چاہئے ۔

آپ کو آنا ہے آجایئے گا ۔ مجھے بلانا ہے بلا لوں گا

شیخ ایسے ہو گئی پیدا آکے میخانہ
گل کھلا بلبل کے نغمے سن لئے صد ہزار

آج تک یہ جسم منتشر ابیں منقسم تھا ۔ پھر متبرک بدن کبھی کرشن کے پلاس اور بہار کا استھان ہے ۔ کل شاید دہلی پہنچوں گا ۔

ایک جا رہتے نہیں عاشق بدنام کہیں
دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں

ورنہ اصل میں تو ۔

کیا خبر دوں تمہیں کس طرح خبر دوں بھائی!
ہے نشاں میرا کہیں اور نہ مرا نام کہیں

مکاں ہے لامکاں میں میرا نشاں ہے بے نشاں میرا
مجھے خبر سے خبر نہیں ہے پتا نہ ظرف و زماں میں میرا

آپ نے اپنے دورہ کا پروگرام بھیجا ۔ بہت خوب!

۲۱ مارچ کو جلال پور جٹاں میں جا کر جاٹوں کا جلال دیکھے لیکن پورا۔ ۳۱ مارچ کو جہلم پہنچا کمبل اور ہے وہاں ابھی سردی ہے۔ اور ۱۰ اپریل کو سیال کوٹ کا کوٹ پہنچے۔ وہاں اس تاریخ تک سیال رجا رام رہے گا۔ چاہیے! وقت کیا بیچے! لیکن اکیلے تو تنہا یا اور کبھی کوئی ساتھ ہے؟

جیسا ہی لیجیے آپ!

یکھو لاکھوں کے ہیں نے خاک چھانی جا بجا لیکن
تیرے ہاتھ آتی کہاں تھی پا لئے ہیں آخر کو خاک آئی

کون کہہ سکتا ہے۔ میں کب تک دہلی میں رہوں گا کسی کو کیا خبر ہے:-

اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے
لائی نصیب آئے قضا لے چلی چلے

واقعات اور حالات ایسے ہیں جو ہو!
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

آپ کی لقاقلی بندش چست ہے عبارت درست ہے کہ
ان پر بھی نظر ہے۔ اور آپکے مدعا پر بھی نگاہ ہے۔ سے
دیکھی صورت نظر بیت کی جانب پھر چلی   روح کو اور جسم کو دیکھا ہے دل میں کو بلا لیا

ہیں تو متھرا سے اب چل دو جی آگے کیا ہوگا کیا کہوں تم سے

اس خط کی ایک نقل رادھا سوامی دھام ضلع مظفر پور کو بھیج دینا۔ دلی کا پتہ یہ ہوگا۔

رادھا سوامی۔ شیو لال متھرا	بابو گوپال سنگھ صاحب معرفت پوسٹ ماسٹر صدر بازار دہلی

۵۔ خط نام لالہ رام چند صاحب بہاولپور سٹیٹ

پیارے بھائی! رادھا سوامی
خط ملا پڑھا۔ جواب یہ ہے:۔

دنیا دراصل سفر ہی ہے۔ ہم سب لوگ مسافر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور آپ کو سمجھ ہو گی۔ کہ مسافر آج یہاں سے کل وہاں ہے۔ دنیا میں کسی کا ٹھور ٹھکانہ نہیں اور جو کہ کہیں پر ٹھکانہ کا خیال رکھتے ہیں۔ وہ سخت غلطی پر ہیں۔ اس زندگی کے سفر کو خوشی خوشی طے کرنا چاہئے۔ کیونکہ

نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہیگا
فقط ایک نام نکوئی رہے گا

آپ فقیروالی ہے امیروالی چیک - بات تو بہت اچھی ہے۔ فقیر اور امیر میں جو فرق ہے وہی فقیر والی اور امیر والی میں ہونا چاہئے - کال چکر میں امیر و غریب سب برابر ہو جاتے ہیں۔ دونوں کی زندگی کا اختتام ایک ہوتا ہے - ہاں اور درمیانی حالت میں کچھ اختلاف ضرور رہتا ہے۔

(۲)

حقیقت میں تبدیلی کی حالت کو کمتر لوگ پسند کرتے ہیں - لیکن تبدیلی قدرت کا قانون ہے - اور ہم کو بھی اس قانون کے زیر اثر بدلتے ہوئے اپنی زندگیوں کو اونچی حالت پر پہنچانا چاہئے - اگر نظر معراج (انشٹ یا آدرش) پر رہتی ہے تو یہ سفر اس قدر تکلیف کا باعث نہیں ہوتا ہے - بلکہ خوشی کا باعث ہوتا ہے۔

(۳)

ایک پاگل دونوں ہاتھوں میں انسان کی دو کھوپڑیاں لئے ہوئے مقابلہ کر رہا تھا - بادشاہ وقت کا وہاں گذر ہوا پوچھا کہ اے پاگل! کیا کر رہا ہے - اس نے ہنس کر جواب دیا - ان دونوں کھوپڑیوں کا مقابلہ کر رہا ہوں - ان میں سے کون میرے باپ کی ہے اور کون تیرے باپ کی ہے - لیکن پتہ نہیں چلتا۔

بادشاہ نے کہا - کیا اچھا ہوتا - اگر ہماری شہرتی اور ہمیشہ صحت رہتی - موت نہ ہوتی اور ہمیشہ زندگی ہی

رہتی۔ اُدھو اُدھم اُٹھ کر کہا۔ چُپ! چُپ!! اگر یکسانیت کی
حالت رہتی تو تو بادشاہ کیسے بنتا!" اور بات بیچ ہی کٹی ۔

(۳۳)

تم پڑھے لکھے آدمی ہو۔ جو بیہودہ سوال پوچھا کرتے ہو۔ گرنتھ
پرانوں کی کوئی باتیں بہت پیاری لگتی ہیں۔ زندگی
پچھلی سے شروع ہوتی ہے۔ اور پچھلی میں ختم ہوتی ہے۔ پچھلی
سے لیکر پچھلی تک سارے درمیانی تبدیلی کے مرحلے ہیں۔ اگر یہ
تبدیلیاں نہ ہوتیں۔ تو پچھلی پچھلی ان کی صورت میں کیسے
پیدا ہوتی۔ یہ آدرش یا اُپدیش ہے اور تم کو بھی اپنی نظر
کے سامنے گیانی کا آدرش رکھنا چاہیے ۔

(۳۴)

بدلتے چلو۔ بدلتے ہوئے اپنی حالت کی اصلاح کرتے چلو۔
نادان ہندوؤں کی طرح اپنی زندگی تہ بناؤ۔ تم کہتے ہو یہ
راج نہ چنگیز کا ہے نہ پچھم کا ہے۔ نہ رام کا ہے نہ کرشن کا ہے۔
یہ راج بدھ دیو کا ہے۔ اس وقت کی سلطنت اکبر کے نام
سے منسوب ہے۔ جس کا راج اس کی دہائی جس کی سلطنت
اس کا سکہ۔ ہو یا رہی جگت میں پرانے راجوں کے نام کا
خطبہ پڑھنے والے بیوقوف اور نادان سمجھے جاتے ہیں۔
لیکن یہ ہندو ایسے ہیں۔ کہ وقت اور مقتضائے وقت
کو نہیں سمجھتے۔ پرانی لکیر کے فقیر بنے ہوئے پانی کو پیٹتے
ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کی حالت خراب ہے۔ زمانہ

کہتا ہے۔ پر لئے چلو مگر ان کو سمجھ نہیں آتی۔ میں کہتا ہوں
کہ پڑھ لے تو رشی کو آنکھوں کے سامنے رکھو۔ اور تم کہتے ہو
نہیں ہم اسی پرانی حالت پر رہیں گے۔ تم کو اختیار ہے۔
پچھلوں کو بھی معمولی سمجھ ہوتی ہے۔ اور اگر اتنی سمجھ تم کو نہیں
ہے کہ راج کسی کا اور دہائی کسی کی بجائی ہے۔ تو تم جانو
اور تمہارا کام جانے۔ میرا کام تو سمجھا دینا تھا سو سمجھانے کا
چکا۔

(۵)

ایک وقت تھا۔ جب دھنونتری دنیا کا زبردست
ڈاکٹر سمجھا جاتا تھا۔ اب وہ نہیں رہا۔ اب تو تم کو موجودہ
ڈاکٹروں سے کام لینا پڑے گا۔ اور اگر دھنونتری دھنونتری
کرتے رہو گے تو سر پر بیماری پڑے گی۔ فضول خیال کا ختم
اڑا دو۔ گئے موجودہ وقت کو دیکھو یہ تمہارے ہاتھ سے۔
جو وقت گذر گیا وہ ہاتھ سے نکل گیا۔ جو آنے والا ہے اس کی
نسبت کوئی خبر نہیں۔ عقلمند شخص وہ ہے جو موجودہ وقت
میں اپنی اصلاح کرتا ہے۔

(۶)

تم پیشگوئی پوچھتے ہو۔ میں نہ جوتشی ہوں۔ نہ نجومی ہوں
اور نہ ان باتوں کی طرف دھیان رکھتا ہے۔ ہاں اتنا کہہ
سکتا ہوں کہ سیلاب کے راستے میں مکان بنا کر مستقل
سکونت کی امید رکھنا نادانوں کا کام ہے۔ زندگی کا مقصد

یہہ ہے اپنا کام پورا کرو اور چھٹی ہو۔

پار میرے! تم بڑے ناداں آدمی معلوم ہوتے ہو۔ دنیا میں نہ کہیں مکتی ہے نہ کہیں بندھن ہے۔ یہہ ناداں آدمیوں کی باتیں ہیں۔ ست سنگت کرکے تم کو کیا پھل ملا کہ تم ان معمولی اصطلاحات کی بھی سمجھ نہیں رکھتے۔ بندھن اور مکتی دونوں صرف دل کے وسواس ہیں۔ یہاں نہ کوئی بندھا ہوا ہے نہ کوئی کھلا ہوا ہے۔

"مکتی بیوارکتھ بیٹھ کر جانا
گیانی ایسا ہو کا گایا"

کال کا چکر ہے چلا کرتا ہے۔ صبح سے شام تک زندگی ہے موت ہے۔ بتاؤ ہم میں سے کون پھنسا ہوا ہے۔ اور کون آزاد ہے۔ دل کو ان باتوں سے پریشان نہ کرو۔ ست سنگ کرو۔ ابھیاس کرو۔ متقدمات کے وقت کو سمجھکر اس سے جی لگاؤ۔ اور تمہارا فائدہ ہوگا۔

جس کا جنم ہے اسی کا مرن ہے۔ اور جس کا مرن ہے اسی کا جنم ہے یہہ دونوں قدرتی حالتیں ہیں۔ سانس آتی ہے سانس جاتی ہے۔ آنے والی سانس جنم اور جانے والی سانس مرن۔ آنکھ کھلی جنم۔ آنکھ بند ہوئی موت۔ ایڑی سے لیکر چوٹی تک جسم کے ایک ایک ذرہ کی یہی کیفیت

سب کی سانس نکلتی ہے اور سب کی سانس کھنچتی ہے۔ یہ تو ایک قدرتی اقتضا ہے۔ تم کو اس سے کیا؟ جنم اور مرن صرف سانس لینے کا مضمون ہے۔ اس سے زیادہ اور اس کی کیا وقعت ہے۔ حرکات تنفس قدرت کی شان ہے۔ سب سانس لیتے ہیں۔ آسمان کے چمکتے ہوئے ستارے بھی یہی کام کر رہے ہیں۔ اور ان کی جگمگاہٹ کا راز صرف سانس ہی ہے۔ پھر ایک مہاراج کی دیگ کے اندر بھی یہی سانس کا قانون کام کرتا ہے۔ غرضیکہ آکاس۔ ہوا۔ آگ۔ پانی۔ مٹی سب سانس لیتے ہیں۔ درخت سانس لیتے ہیں۔ ذرہ ذرہ۔ قطرہ قطرہ سانس لیتے ہیں۔ اسی سانس کے اندر جنم اور مرن کا قانون چھپا ہوا ہے۔ اس کی تم کو فکر کیوں ہے پیارے! اپنا کام کرو۔ گورو کی ہدایت کے موافق اپنی زندگی بناؤ۔ ان فضول خیالات سے سوائے حیرانی اور پریشانی کے اور کوئی نتیجہ نہیں ہوتا۔ جو لوگ ان دارشنک دشٹیوں پر جان دیتے ہیں۔ ان کو جان دینے دو۔ ہمارے یہاں یہ باتیں چٹکی بجاتے ہوئے سمجھا دی جاتی ہیں۔ واچک گیان سے ہانی ہے۔ اپنے جیون کو بناؤ۔ اور ہمارے یہاں صرف دو ہی باتیں ہیں۔ ست سنگ اور سادھن۔ تیسری کوئی بات ہم کو کہنے کی نہیں ہے۔

(۳۰)

میں سمجھتا ہوں تمہاری ہر بات کا جواب آ چکا اب اگر

اور کچھ لکھوگے تو اس کا اور جواب دیا جائے گا۔

رادھاسوامی دھام۔ رادھاسوامی

۲۷ جون ۳۶ء شیو برت لال

۱۱۔ خط بنام بھائی ...... پنجاب

پیارے بھائی! رادھاسوامی

آپ کا خط ملا۔ پڑھا۔ خوش ہوا۔ آپ یہاں نہیں آسکتے۔ بوسہ بہ پیغام چاہتے ہیں۔ لیکن باقاعدہ جواب لینے کی خواہش نہیں ہے۔ بقول شخصے بندہ بہانہ بسیار آج تک کسی نے خط و کتابت کی مدد سے روحانیت کے مضمون کو صاف نہیں کرایا۔ اور آپ اپنی سمجھ میں اس سہارے کو کافی اور وافی سمجھتے ہیں میرا تو یہ خیال ہے

ہر آنکس کہ در تو نظارہ کند
ز فہمائے بیہودہ پارہ کند

آپ میرے قدیم عنایت فرما ہیں۔ اس لئے قدامت کے خیال سے خواہ مخواہ جواب دینا لازمی ہے۔ بہتر تو یہ ہوتا کہ آپ یہاں آگئے ہوتے۔ نہیں آسکتے سہی اگر بوسہ بہ پیغام ہی کا مزہ مطلوب ہے۔ تو بہت اچھا!

آپ کو اس خط سے مل جائے گا ورنہ۔ الّا الآخیر سلام۔

آپ نے اپنی زندگی پروگرام کے ساتھ بنائی اس لئے آپ اس کے پابند ہیں۔ میرا خیال پروگرام وغیرہ کی طرف نہیں جاتا۔ اس لئے میں نہ اس کا عادی ہوں نہ پابند ہوں۔ اور نہ اس کا خیال مجھے ستاتا ہے۔ سنئے! آپ نے اپنا وقت رادھا سوامی مت میں بہت صرف کیا اور اچھا کیا۔ کیا اچھا ہوتا کہ آپ جیسے گورو سمجھتے ہیں۔ اُن کے سامنے یہ سوالات پیش کئے ہوتے خواہ اس وقت جس کو آپ سنت ستگورو قیاس کرتے ہیں۔ اس سے استفادہ حاصل کرتے۔ کیونکہ گورو اسی غرض سے کیا جاتا ہے۔ جو اِدھر اُدھر بھٹکا بھٹکا مارا مارا پھرتا ہے۔ اور ہر کس و ناکس سے سوال کرتا پھرتا ہے۔ وہ سنگت بھرم میں ہے۔ وہ اپنے آپ کو گورو مت والا تصور کرے لیکن میں تو اُسے چیلا سمجھتا ہوں اور نہ صحیح معنوں میں اُسے گورو مکھ خیال کرتا ہوں۔ وہ چکر کھانے والا پتھر کا گولہ ہے۔ جس پر کائی تک نہیں لگتی۔

"کہ سنگ گرداں نروید نبات"

(۲) سنئے:- چیلا وہ ہے جس نے ایک کھونٹا پکڑ لیا اب وہ اس کھونٹے سے الگ نہیں ہوتا اور اس وقت

تک الگ نہیں ہو گا۔ جب تک اُس کی مراد بر آئیگی۔

"عزیزیکہ ہر گز درش سر بتافت
بہر درکہ شد ہیچ عزت نیافت"

بنے تو ست گورو سے بنے نہیں تو بگڑے بھرپور
غیر تلسی بنے جو آن سے تا بنے کے پہ دھول خدائی

میں اِس اصول اور اس خیال کا آدمی ہوں۔

---

(۳) اب میں آپ کے سوالات کا جواب دیتا ہوں
حالانکہ آپ نے باقاعدگی کے ساتھ اپنے سوالات کی
ترتیب نہیں دی۔ اور اس کا بار بھی مجھ ہی کو اٹھانا
پڑ رہا ہے:-

(الف) رادھا سوامی نام دھن آتمک ہے جنہوں
نے یہ تعلیم دی اُس نے صرف دھن ہی اس نام کے سننے
کی ہدایت کی اور ورناتمک کو صرف لکھا ایک لیبل
قرار دیا۔

(ب) یہ دھن وہی ہے جو ہوا ہی ہے۔ اور وہ
رادھا سوامی ہے۔ دوسرا میں اُسے کیسے کہوں!

(ج) ہر ایک مقام کا شبد جداگانہ پایا ہو اگر ہے لیکن مجھے
نہ اس سے واسطہ ہے نہ غرض ہے۔ اگر کوئی مقامی شبد
بھی ہیں۔ تو مجھے رادھا سوامی ہی سنائی دیتا ہے۔ جیسے
چار آدمیوں میں سے کنجڑے کو لہسن پیاز ادرک نظر آتو

"یلمل تن زیب مکرک" اور مخنث کو "چپ رہ تو مردک" اور فقیر کو "اللہ تیری قدرت" سنائی دیتا رہا۔ جس کی جیسی نیت تھی ویسی ہی تھی۔ لیکن ہر ایک کو اپنے اپنے خیال کے موافق سنائی دی۔ میں اُسے رادھا سوامی کہتا ہوں اور دوسروں کو جو چاہے جو کچھ سنائی دے۔

(د) یہہ دھن میرے لئے ہر مقام پر ہو رہی ہے اور یہہ سب سے زیادہ میرے گھٹ میں ہو رہی ہے۔ اگر ست سنگی میرے ہم خیال ہیں تو یہہ اُن کو سُنائی دے گی اور اگر یہہ مختلف الخیال ہیں۔ تو وہ سنائی دے گی۔

(ط) میں رادھا سوامی نام ہی کو اصلی اور ذاتی نام سمجھتا ہوں۔ آپ کہتے ہیں کسی سنت مہاتما اور کسی شاستر کار نے اسے پرگٹ نہیں کیا اور میں کہتا ہوں کہ اُسے دنیا میں سب سے بڑے سنت نے پرگٹ کیا۔ میرے لئے وہی سنت وہی مہاتما اور وہی شاستر کار ہیں۔ میرا کام اُن ہی سے بنا اور میں اُن سے بہتر کسی اور کو نہیں سمجھتا۔ اور نہ کبھی دوسرے کی طرف خیال گیا اور نہ جاتا ہے "در رہ کر چکم کیرائیر من خس است اعتقاد من این است"

"چونکہ کردی ذات مرشد را قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول"

گورو برہما گورو وشنو گورو دیو مہیشور

گورو بنا کشائش پریت نہ سے شری گوبند کے منھ

(۵) رادھاسوامی نام ہی اسم اعظم ہے۔ سوامی جی مہاراج اسے ستنام یا انامی نام کہیں اور گھٹ رامائن میں کبھی انامی ہوا کرے مجھے نہ گھٹ رامائن سے کام ہے نہ اور کسی سوامی اور سیوک سے غرض ہے جس کے غرض کبھی اس سے غرض ہے۔

"لیلے را بچشم مجنوں باید دید"

کا مضمون ہے

"بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ درین راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست"

جا کو جیسے کام ہے تا کو تا سے کام   سنگل دو تا تیاگ کر بھجئے گورو کا نام

(۶) آپ اپنی باتوں کو خود ہی کاٹتے ہیں۔ جب سب بھائی گورو میں سے اور گورو ہی نے اس نام کو دیا ہے تو پھر کیوں اس نام کی مہما زیادہ نہ ہوگی اور کیوں اس سے کامیابی نہ حاصل ہوگی!

(۷) میری سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ آپ سوامی کس کو کہتے ہیں۔ سوامی ایک ہوتے ہیں؟ یا دو تین بیس ہوتے ہیں؟ میرے سوامی نے مجھے رادھاسوامی نام بتایا۔ آپ کے سوامی نے آپ کو کچھ اور بتایا ہو گا مجھے اپنے سوامی سے غرض ہے۔ آپ کے سوامی سے غرض نہیں ہے۔ میں اپنے سوامی کی بات مانتا ہوں مجھے اور

کسی سوامی کی ماننے کی ضرورت پھتی نہ ہوگی۔
"گفتۂ او گفتۂ اللہ بود"

(ط) میں نے "نم" کے "وہ" یہ کہے کہ تمام اسما اور ضمائر شبد ہی تو ہیں۔ میں شبد نم شبد! سوامی کیا ہے؟ شبد ہے۔ سیوک کیا ہے؟ شبد ہے برھما۔ وشنو۔ مہیش کیا ہیں؟ شبد ہی تو ہیں۔ اگر یہ کبھی بہت آپ کی سمجھ میں نہیں آتی تو کسی طالب علم سے پوچھ دیکھئے وہ بتا دے گا کہ اسم کسی شخص مقام یا چیز کا نام ہے۔ اسم اور نام شبد ہے۔ اس لئے ہر چیز کا ظہور کیا ہے؟ وہ برھما وشنو مہیش ہو یا کوئی کیوں نہ ہو شبد ہی سے ہوتا ہے۔

(ی) شبد کے سوائے اور چیتن کیا ہے؟ جس کے پیچھے آپ دوڑ رہے ہیں۔ آپ بولتے ہیں میں سمجھتا ہوں۔ میں بولتا ہوں۔ اور آپ سمجھتے ہیں۔ اور یہ بولنا اور سمجھنا کیا ہے؟ شبد ہی تو ہے اور یہ چیتنا شبد ہی سے تو پرگٹ ہوتی ہے یا کسی اور چیز سے؟

(ک) سوامی جی نے کہا اور چاچا جی نے کہا تھا! ان باتوں پر آپ کیوں یقین کرتے ہیں؟ قصے کہانیوں پر نہیں جانا چاہئے۔ گستاخی معاف! آپ کے خط سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آپ نے نہ سُرت کو سمجھا اور نہ شبد کو سمجھا۔ اگر گورو کے شبد سے حقیقت کی سمجھ آتی ہے

اور حقیقت کی سمجھ ہی کا نام گیان ہے - اور اگر گورو شبد کے ذریعہ مکتی کا مقصد سمجھاتا ہے - تو پھر کیسے کہا جائے کہ شبد سے مکتی یا پرماتما کی پراپتی نہیں ہوتی - یہہ تو سارا کھیل ہی شبد کا ہے - اور تمام کاروبار شبد ہی کا ہے اور ہم شبد ہی سے رچنا کو سمجھ رہے ہیں - اگر میں نے کہا کہ آپ نے ست سنگ میں آکر ذرا بھی فائدہ نہیں اٹھایا اور آپ کو غصہ آگیا تو اب دیکھئے کہ میرے شبد سے آپ کے دل میں غصہ کی پیدائش ہوئی یا نہیں اس طرح سے شبد آفرینگار عالم ہے -

(ل) آپ سوامی جی اور چاچا جی کا نام ناحق لیتے ہیں - جن کے نام لینے سے آپ کو مکتی یا گیان کی پراپتی ہوگی اُس سے دور دور پھر رہے ہیں - تا ہو - چاچا سوامی سیوک - مکتی داتا نہیں ہیں - مکتی داتا صرف گورو کی ذات ہے

دھیان مولم گورو مورتی پوجا مولم گورو پدم
منتر مولم گورو واکیم موکش مولم گورو کرپا ॥

شبد کی اصلیت کی بابت ذرا سنئے -

"شبد گپت تب رہا انام
شبد پرگٹ تب دھرایا نام "

انگریزی لفظ وائبریشن کو تو سمجھ لیا لیکن یہہ نہیں سمجھا کہ وائبریشن خود شبد ہے اور شبد میں شبد کا پرگٹ ہونا یا شبد سے شبد کا پرگٹ ہونا دونوں لازمی باتیں

ہیں ::

(م) آپ شاید شبد کو اکاس کا گن مان رہے ہیں۔ آکاس کیا ہے؟ شبد ہے۔ اندری کیا ہے؟ شبد ہے۔ ست نام کیا ہے؟ شبد ہے۔ میں اتنی مثالیں دے رہا ہوں۔ اگر اب بھی نہ سمجھیں اور دے تو فرمائیے۔ میں کیا کروں! یہ جتنے خطابات ہیں۔ سب شبد ہی کے سرمائے ہیں شبد نہ ہوتا تو نہ کہیں سوامی کا ظہور ہوتا نہ سیوک کا!

(ن) نیستی سے ہستی اور ہستی سے نیستی کا پیدا ہونا یا پیدا کرنا جہلا کا عقیدہ ہے۔ کوئی تمیز دار ایسا نہیں کہتا اگر آپ ایسا مانیں تو میں کیا کروں! یہاں زیادہ کہنے سننے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ جانیں اور آپ کا کام جانے۔ شبد خود چیتن ہے۔ اور اس لئے شبد سے جو رچنا ہو رہی ہے وہ چیتن کی رچنا ہے ::

(س) جب شبد کھل گیا اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ شبد سمجھ میں آگیا اور جب شبد سمجھ میں آگیا تو اس کے معنے یہ ہیں کہ شبد نے آپ کی دلی حالت تبدیل کر دی اور جب دلی حالت تبدیل ہو گئی تو اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ آپ کچھ کے کچھ بن گئے اس طرح شبد سے موکش اور پرمانند کی پراپتی ہوتی ہے۔

(ع) باجے بجتے ہیں۔ ان میں خاص قسم کے اثرات ہیں

اس لیئے دل اُن اثرات کو قبول کرتا ہے ساتھ ہی باجہ بجانے والوں کا دل اور ہاتھ بھی اس میں شریک ہے"

(ف) کس نے آپ سے کہا ہے کہ شرت شبد ابھیاس سے دل یکسو نہیں ہوتی یا تھوڑی دیر کے لیئے ہوتی ہے کہ آپ نے شاستر دیکھے ہیں کسی کا غور کے ساتھ مطالعہ کیا اور میں کہتا ہوں کہ آپ ست سنگ میں بھی یوں ہی بغیر سمجھے بوجھے داخل ہوئے ہیں۔ اور اس سے مطلق فائدہ نہیں اٹھایا اور اپنی عمر اور اپنا وقت مفت میں ضائع کیا برہدآرنیک اُپنشد میں اور چھاندوگیہ اپنشد میں اُدگیت (نغمۂ سماتی) کا بیان پڑھیئے۔ یہ شبد کا ابھیاس ہے۔ اور یہ اپنشد تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جب تک پران سے اُدگیت نہ گایا جائے تب تک کامیابی اور فتح حاصل ہی نہیں ہو سکتی"

(ص) میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ قدرت والے کے تجربہ کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں۔ آپ کا اپنا بھی کوئی تجربہ ہے یا دوسروں کے تجربہ پر کام کر رہے ہیں؟ اگر دوسروں کے تجربوں کے محتاج ہیں۔ تو اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ آپ کو ابھی تک اپنا کوئی تجربہ نہیں ہے۔"

(ت) ہدایت نامہ کی بات خوب کہی! ہدایت ملی ہوتی تو ایسے مبہم خیالات نہ ظاہر کیئے جاتے۔ آپ بزرگوں کے نام ناحق ناحق دیتے ہیں۔ آپ کو کیا معلوم ہے کہ وہ

کیسے تھے؟ اور کیسے نہیں تھے! آپ کو کیا سمجھتے ہیں کہ
نانک صاحب اور کبیر صاحب نے کیا تعلیم دی۔ اگر
کسی سے غرض ہے تو صرف گورو سے۔ پدم داس
پدم لوک بتاتے ہیں اور کنول داس کنول لوک بتاتے
ہیں۔ کوئی دوسرا شخص نرنجن داس آئے گا نرنجن لوک
بتائے گا۔ آپ کس کس کی بات مانئے گا۔ اور اس
ماننے سے آپ کا فائدہ کیا ہوگا!

(س) سوامی جی نے کیا کہا وہ سوامی جی سے دریافت
کیجئے مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں۔ مجھ سے وہ بات پوچھئے
جسے میں جانتا ہوں۔ نہ میں نے سوامی جی کو دیکھا نہ
ان کی زبانی سنا اس لئے میرا کہنا سننا لاحاصل ہوگا۔
میں نے جو گورو سے سنا وہی میرا عقلی اور شغلی سرمایہ ہے
جس میں میرا ذاتی تجربہ بھی شامل ہے۔

(ص) اسکول کے تمام لڑکے بی۔ اے۔ ایم۔ اے
نہیں ہو جاتے ان کے درمیان چھانٹ ہوا کرتی ہے
ہزاروں میں سے ایم۔ اے تک تھوڑے ہی لڑکے
پہنچتے ہیں۔

(الف) گستاخی معاف! آپ کے تمام خیالات اس
قدر مذبذب ہیں کہ جس کا حد حساب نہیں۔ ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ آپ شروع سے لیکر آج تک متضاد خیالات
کے تھپیڑے کھاتے رہے ہیں۔ گورو کے خیالات کو

جذب نہیں کیا اور اگر جذب کیا ہے تو ہری چندر وشوامتر وغیرہ کے خیالات جذب کئے ہیں۔ یہہ وجہ ہے کہ شبد کا دروازہ آپ کے لئے نہیں کھلا"

(ث) میں اپنی تعریف نہیں چاہتا۔ آئندہ خط وکتابت کرتے وقت قلم کو تعریفی الفاظ سے روک رکھئے۔ حضور معلّے کا ادنیٰ سیوک کسی تعریف کا مستحق نہیں ہے۔"

(خ) دنیا میں اپنے کام سے کام ہے۔ جو شخص ہر ایک شخص کے جواب دینے کے پیچھے دوڑتا ہے اس سے زیادہ نادان اور کوئی بھی نہیں ہے۔ اس لئے اگر رادھا سوامی مت والے کھنڈن کرنے والوں کا جواب نہیں دیتے تو بہت اچھا کرتے ہیں"

(ذ) آپ کو ہر جگہ رادھا سوامی مت کے ست سنگ کی تنزلی نظر آتی ہے۔ اس کا سبب یہہ ہے کہ آپ خود تنزلی کے گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اگر ترقی حاصل ہوئی ہوتی تو یہہ کیفیت نہ ہوتی جیسا خیال کا ہوتا ہے اسی قسم کے خیال اُسے اپنی طرف کھینچتے رہتے ہیں نفی پسند کی زندگی نفیت اور نقص کی ہوتی ہے۔ ہزار کوئی اس کی مدد کرنا چاہے لیکن وہ اپنی خو بو نہیں چھوڑے گا۔ اور روز بروز معصیت اور مصیبت دونوں میں گرفتار ہوتا جائے گا کیا آپ نہیں دیکھتے کہ پہلے رادھا

سوامی مت میں پانچ سات ہزار آدمی تھے - اب لاکھوں کی تعداد ہو گئی ہے اور روز بروز تعداد بڑھتی ہی جاتی ہے - ہندوستان میں سینکڑوں جگہ ست سنگ قایم ہو گئے ہیں - اور ممالک غیر میں بھی ست سنگی کام کر رہے ہیں پھر آپ نے ایسا نتیجہ کیوں نکالا؟

(ض) قاضی جی کیوں دُبلے؟ شہر کے اندیشہ سے یا یہ آپ کا حال ہو رہا ہے - کیا اچھا ہوتا کہ آپ اپنا سُدھار کرتے نہ کہ دوسروں کے مرض سے مریض بنتے جا رہے ہیں۔

(ظ) کیسے آوے گا - یہ تو اس کی خواہش کی چیز ہے جسے اُس کے دیکھنے کی آرزو ہے اور جس کے دل میں اس کی سچّی خواہش ہے - جو اس کے اثبات کا قایل ہے - اور جس نے پہلے ہی سے نفی کے خیالات اپنے دل میں قائم کر لیے ہیں۔ اُس کے واسطے بیشک خالہ جی کا گھر ہو گا۔

(غ) درشٹی سرشٹی! جس نے جیسی آنکھ بنائی ہے اُس کو ویسا ہی نظر آتا ہے - جو کچھ دنیا میں آپ دیکھ رہے ہیں سب آپ کے خیالات کا ظہور ہے - نیکی نیک را و بدی بدرا۔

"تشنگاں را نما ید اندر خواب
ہمہ عالم بچشم چشمۂ آب"

(۱) میں نے کب آپ سے کہا کہ میں کر سکتا ہوں وہ
کر سکتا ہوں جو پھر حضور مہاراج کے ساتھ میرا کیا مقابلہ!

چہ نسبت خاک را با عالم پاک!

نہ میں آپ کو کسی بات کا یقین دلاتا ہوں اور نہ
میری عادت ڈینگ مارنے کی ہے کیا میں نے کسی
کہا ہے کہ میں سنت ستگورو ہوں؟ کبھی نہیں۔

صرف دو تین دفعہ مجموعی طور پر ۲-۳ دن کا ست
سنگ حضور مہاراج کا مجھے نصیب ہوا۔ ان کے تو ان
کرم سے ایک ٹکڑا مجھے بھی مل گیا۔ میں نے کھایا
کچھ ٹکڑا بہت بچا ہوا ہے۔ جو کبھو کا دکھا آتا ہے
شتت کے خیال سے اس کے سامنے ڈال دیتا ہوں
اگر کبھو کا ہے کھا لے گا۔

اور اگر کبھو کا نہیں ہے تو نہ سہی! وہ بھی خوش میں
بھی خوش! نہ گلہ نہ شکایت!

وہ بیچارہ میرا تو کچھ نہیں بگاڑتا! یہ میری حیثیت
ہے آپ میرے دوست عنایت فرما ہیں۔ آپ
نے سوالات کئے مجھ سے جو کچھ بن پڑا جواب دیا۔ اگر
مفید معلوم ہوں غور کیجئے گا ورنہ معلوم ہوں بیکار
کر پھینک دیجئے گا۔ اگر آپ کسی کو سنت ستگورو
سمجھتے ہیں یا کسی شخص نے اس بات کا اعلان کر رکھا ہے
کہ میں وقت گورو ہوں تب تو اچھی بات ہے۔ فورا

اس کا دامن پکڑئے اور اپنا مطلب نکال لیجئے میرے یہاں گورو ائی سیوکائی کا اہتمام نہیں ہے۔ نہ میں کسی کا گورو ہوں نہ کوئی میرا چیلا ! برادرانہ تعلقات کے سلسلہ میں سمجھا بجھا دیا کرتا ہوں۔ اس سے زیادہ کسی بات کی مجھ سے امید نہ رکھیئے گا۔ پھر میں کہتا ہوں کہ اگر مہینے دو مہینے ٹھہر کر رادھا سوامی دھام میں ست سنگ کرتے تو شاید ان مبہم خیالات سے نجات ہو جاتی گو اس کا یقین دلانا بھی میرا کام نہیں ہے۔

(ب) خط بجنسہ واپس ہے۔

رادھا سوامی دھام - رادھا سوامی - شیوبرت لال

۱۵ / جنوری ۱۹۳۱ء

بمقام کھگوان سہا کے
پنشنر تحصیلدار

۷- خط بنام ماسٹر گیان چند صاحب پاکپٹن

---

(۱) اے عزیز بحر رحمت کیوں ہے گھبرایا ہوا ؟
پھول سا چہرہ ترا رہتا ہے مرجھایا ہوا ؟
(۲) چھوڑ استادی کی عادت کر لے شاگردی مری

کب مرے گا زندگی کی روح کا پایا ہوا!

(۳) ان سمجھا کو دن نہ بن صحبت کا لے مجھ سے اثر

کھول دے دل کی گرہ۔ کیوں تو ہے شرمایا ہوا؟

(۴) خربزہ کو خربزہ سے رنگ ملتا ہے یہاں

اب کہاں جاتا ہے میری بزم میں آیا ہوا!

(۵) کیا کہوں! کیسے کہوں! اے یار گو تو نے کیا

کیوں سمجھتا اب نہیں تو نکتہ سمجھایا ہوا!

رادھاسوامی دھام۔ رادھاسوامی۔ شیبو

۱۲ر فروری سنہ ۱۹۳۱ء

۱۳ ارسید ریویو

کتب موسومہ جین متر منڈل دریبہ کلاں دہلی:-

(۱) گیان سوریہ اودے حصہ دوم — مصنفہ فخر قوم بابو سورج بھان صاحب جینی وکیل نکوڑ ضلع سہارنپور $\frac{20 \times 30}{16}$ ضخامت ۸۴ صفحات قیمت ۲ر

(۲) جینی کون ہو سکتا ہے — مصنفہ پنڈت جگل کشور صاحب مختار اڈیٹر "اپنامانت" سرساوا۔ سہارنپور ۲۰×۳۰/۱۶ ضخامت ۱۸ صفحات۔

(۳) آداب ریاضت (یعنی بائیس پریشہ) منظومہ دبیر قوم لالہ بھولا ناتھ صاحب جینی درخشاں مختار عدالت بلند شہر پاکٹ سائز۔ قیمت۔ صرف شوق مطالعہ۔ کتاب ہذا میں مصنف نے بائیس مختلف مضامین (اشتہا۔ تشنگی۔ سرما۔ گرما۔ گزند۔ برہنگی۔ بد امتی۔ شہوت نفسانی یکسوئی۔ تحمل وکسر نفسی وغیرہ وغیرہ) پر نہایت خوبصورت تین تین اشعار کہے ہیں۔ عبارت سلیس مگر پُر معنے ہے۔

(۴) آرزوئے خیر باد — پاکٹ سائز۔ ۱۶ صفحات مضامین نظم۔ میری بھاونا مصنفہ پنڈت جگل کشور صاحب مختار کا اُردو ترجمہ جسے لالہ بھولا ناتھ صاحب درخشاں مختار عدالت بلند شہر نے نہایت خوبصورتی وسلاست کے ساتھ نظم بند کیا ہے۔ کتاب مفت جو صاحب چاہیں طلب فرما سکتے ہیں۔

(۵) ڈیکل ٹاک | انگریزی زبان میں طب کا ماہوار رسالہ - چندہ سالانہ عہ - ایڈیٹر ڈاکٹر ایس - جے سنگھ صاحب سائز ۲۲×۱۸/۴ ضخامت ۱۶ صفحات - مقام اشاعت متھرا - اس میں امراض کے دفیعہ کے قدرتی علاج نہایت مدلل طریق پر بتلائے جاتے ہیں - حفظ صحت کے متعلق مفید آرٹیکل نکلتے رہتے ہیں - جو بالخصوص نوجوانوں کے لیے از بس کار آمد ہیں - سکول کی لائبریری اور ڈسپنسری کے لئے یہ ضرور قابل قدر میگزین ہے ۔

ریویو

(۶) سادھارن دھرم کے چودہ رتن | ایک چھوٹے پمفلٹ ۲۰×۳۰/۱۶ تقطیع - اور ۳۲ صفحات کی ضخامت کا نام ہے - قیمت ۲/ ملنے کا پتہ سکرٹری سادھارن دھرم سبھا فیض آباد (اودھ)

سادھارن دھرم سبھا | سوامی شوگن آچاریہ جی مہاراج آنجہانی کی نیک کوششوں

اور انسان کے عام بہتری کے خیال کا نتیجہ ہے۔ مرحوم نہایت فراخ دل انسان تھے۔ ہم سب لوگ اُن کی دل سے عزت کرتے تھے۔ آپ کا ہمیشہ سے یہ خیال تھا۔ کہ عام انسان کے لئے ایک قسم کا مشترکہ اور اتحادی پلیٹ فارم بنایا جائے جس میں سب مِل جُل کر محبت اور پریم کے مسائل کی تحقیق کر سکیں یہ خیال کہاں تک قابل تعظیم اور قابل قدر ہے۔ ہر عقیل آدمی سوچ رکھتا ہے۔ دُنیا میں ایسے آدمیوں کی سخت ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔ جو ہر قسم کے مفسد خیالات کی بیخکنی کرکے دھرم کا ایک ایسا شارع عام نکالیں جو صلح کل اور سرنجان مرنج اصول کا حامی ہو۔ ہم پہلے بھی اس خیال کا خیر مقدم کرتے تھے اور اب بھی ٭

ہمارے محترم بھائی شانتی پرکاش صاحب نے اس سادھارن دھرم کے سلسلہ میں ایک نئی دلخوش کن شق کا اضافہ کیا ہے اور جس کا نام صاحب موصوف نے سادھارن دھرم سنگھ رکھا ہے یہ چودہ رتن ایسی سنگھ یا انجمن کے ضابطے یا منجملہ اور باتوں کے سب سے زیادہ قابل تعریف ورت یا عہد ہے۔ جو سادھارن دھرم سنگھ کا ہر ممبر بہ عملی اور اصولی زندگی بسر کرنے کے متعلق اختیار کرے گا۔ زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں بنتا جب تک زندگی عملی نہ ہو تاہم اس کے زبانی مقولات بے نظیر ثابت ہوتے ہیں ہم بھائی شانتی پرکاش جی کو اس کار خیر کیلئے مبارکباد

دیتے ہیں اور اس وقت بہت خوش ہونگے جب اُن کی سالانہ کارروائیوں کی رپورٹ میں ہم ایسے عملی دھرم ویروں کی معتدبہ تعداد دیکھیں گے"۔ — ایڈیٹر ست سنگت

۱۴- ایڈیٹوریل

دنیا کے ہر مذہب میں مالک کی بھگتی کی ہدایت کی جاتی ہے اور تھوڑا بہت لوگ اس پر عمل بھی کرتے ہیں مگر ان سمجھی اور بے قاعدگی کی وجہ سے ظاہر آ کوئی... فایدہ نظر نہیں آتا عمریں گذر جاتی ہیں اور ہاتھ کچھ بھی نہیں آتا۔ محنت مشقت بھی ایگاں جاتی ہے اور کورے کے کورے رہ جاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اصلیت ذہن نشین نہیں کی جاتی۔ یوں ہی اناپ شناپ لوگ کام میں لگ جاتے ہیں۔ اگر اصول کو سمجھ کر کام کیا جائے تو چند ہی دنوں میں نتیجہ دل خوش کُن اور مفید ثابت ہو۔

مالک کی بھگتی کرنے کے لئے نشٹھا کا ہونا نہایت ضروری - لازمی اور لابدی ہے۔ بلا نشٹھا کے بھگتی نہیں کی جاتی اور اگر کوئی کرے بھی تو وہ ادھوری اور غیر مکمل ہوگی۔

کوئی مالک کو گورد سمجھتا ہے - کوئی پیتا کی نظر سے